چلد ۸ فروری ۱۹۶۷ء شمارہ ۲

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران)

مجلس انصاراللہ مرکزیہ کا ترجمان

ماہنامہ انصاراللہ ربوہ

سالانہ چندہ چھ روپے فی پرچہ ساٹھ پیسے

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

آل عمران

مجلس انصار اللہ مرکزیہ کا ترجمان!

ماہنامہ

انصار اللہ

ربوہ

فروری ۱۹۶۷ء

ایڈیٹر

مسعود احمد دہلوی

سالانہ چندہ چھ روپے

فی پرچہ ۶۰ پیسے

فہرست مضامین

ناشر:- چوہدری محمد ابراہیم ۔ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ ۔ مقام اشاعت:- دفتر ماہنامہ انصار اللہ دارالصدر جنوبی ربوہ ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جلد: ۸	ماہنامہ انصار اللہ ربوہ	شمارہ: ۲

۱۵ فروری سنہ ۱۹۶۷ء

پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا ایک خاص پہلو

سیدنا حضرت المصلح الموعودؓ کی صداقت کا ایک اور درخشندہ ثبوت

گزشتہ سال ہم نے ایک ادارتی مقالہ میں اس امر پر روشنی ڈالی تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی جو عرفِ عام میں "پیشگوئی مصلح موعود" کے نام سے موسوم ہے دراصل دو عظیم الشان پہلوؤں پر مشتمل تھی ——— ایک پہلو سے یہ پیشگوئی مصلح موعود یعنی ایک عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزندِ موعود کی بشارت پر مشتمل تھی۔ چنانچہ اس پہلو کے اعتبار سے یہ پیشگوئی سیدنا و امامنا امیر المومنین فضلِ عمر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اعلیٰ درجاتہ فی اعلیٰ علیین و عباد اللہ المقربین کے وجود باجود میں بڑی شان اور آب و تاب سے پوری ہوئی۔ آپ کے آنے کے ساتھ حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آیا اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ نکلا، دینِ اسلام اور کلام اللہ کا مرتبہ ظاہر ہوا، وہ جو قبروں میں دبے پڑے تھے باہر نکلے اور وہ جو زندگی کے خواہاں تھے انہیں موت کے پنجہ سے نجات حاصل ہوئی، دنیا میں روحانی اسیروں کو رستگاری ملی، اقوام شرق و غرب اسلام کے نور سے منور ہوئیں اور انہوں نے آپ سے برکت پائی اور اس بنا پر آپ کی شہرت زمین کے کناروں تک پھیلتی چلی گئی ——— اور دوسرے پہلو

کے اعتبار سے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت کے تا قیامت سرسبز رہنے اور غلبۂ اسلام کی جدوجہد کے نسلاً بعد نسلٍ قیامت تک جاری رہنے کی بشارت پر مشتمل تھی۔ جس کا صاف اور واضح مطلب یہ تھا کہ مصلح موعود کی موعودہ برکات اُس کے نفسی نقطۂ آسمان پر اٹھائے جاتے یعنی اپنا کام پورا کر کے عالمِ جاودانی کی طرف رحلت کر جانے کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت اور آپ کی قائم کردہ جماعت میں جاری رہیں گی اور اسلام کے غلبہ کو تا قیامت قائم و دائم رکھنے کا کام انجام پذیر ہوتا چلا جائے گا۔

اس تعلق میں ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ ۸ نومبر ۱۹۶۵ء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے وصال کے بعد اب ہم اُس زمانہ میں داخل ہوئے ہیں جس میں ذریت کے تا قیامت سرسبز رہنے سے متعلق پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کے ظہور کا آغاز مقدر تھا۔ چنانچہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد حضرت حافظ مرزا ناصر احمد صاحب اطال اللہ بقاءہٗ کے بمنشاء الٰہی خلیفۃ المسیح الثالث کی حیثیت میں مسندِ خلافت پر متمکن ہونے اور موہبت کا حلّۂ مقدسہ پہننے سے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے پہلے مہتم بالشان پہلو کے تسلسل میں ہی اس پیشگوئی کے دوسرے مہتم بالشان پہلو کا آغاز ہو چکا ہے۔ اِس لحاظ سے اگر دیکھا جائے تو خلافت ثالثہ کا قیام ظہور مصلح موعود کے تسلسل میں تا قیامت جاری رہنے والے ایک نئے مبارک دور کے آغاز پر دلالت کرتا ہے۔ حسبِ وعدۂ الٰہی اب آپ کے ذریعے دنیا میں اسلام کو جو مزید غلبہ حاصل ہوگا اور انشاء اللہ ضرور حاصل ہوگا وہ پیشگوئی مصلح موعود کے پہلے مہتم بالشان پہلو کے تسلسل میں ظاہر ہونے کی وجہ سے اس پیشگوئی کے تحت ہی ظاہر ہوگا۔ سو گویا آپ بھی ایک رنگ میں پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء ہی کے مصداق ہیں اور دوسرے مہتم بالشان پہلو کے اعتبار سے تو آپ ایک نئے مبارک دَور کے مصداق اوّل ہیں (تفصیل کے لئے دیکھیں ماہنامہ انصار اللہ بابت فروری ۱۹۶۶ء صفحات ۳ تا ۱۱)

ہماری اس تحریر کے بعد گزشتہ سال کے دوران جو خلافتِ ثالثہ کے نئے مبارک دور کا پہلا سال تھا اللہ تعالےٰ نے خلافت ثالثہ کی حقانیت کے حق میں پے در پے مہتم بالشان نشان ظاہر فرمائے اور پیشگوئی مصلح موعود کے مذکورہ بالا دوسرے پہلو میں بیان کردہ غلبۂ اسلام سے متعلق متعدد پیشگوئیوں کو پورا کر دکھایا۔ فی الوقت ہم ان پیشگوئیوں میں سے ایک خارق عادت اور مہتم بالشان نشان کے ظہور پر روشنی ڈال کر پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو کی عظمت کو ظاہر کرنا چاہتے ہیں۔ یہ نشان بھی در اصل سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی صداقت کے نشانوں میں سے ایک عظیم الشان نشان ہے کیونکہ یہ حسب پیشگوئی آپ کے وصال کے بعد آپ کی موعودہ برکاتِ خاصہ کے جاری رہنے کے نتیجہ میں ہی ظاہر ہوا ہے۔

قبل اس کے کہ ہم اس نشانِ صداقت کا ذکر کریں پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو میں بیان کردہ ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ذکر کرنا ضروری ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے دوسرے حصہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ایک آسمانی بشارت کو جو قبل ازیں ۱۸۶۸ء میں آپ کو مل چکی تھی ان سنہرے الہامی الفاظ میں درج فرمایا۔

" اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے "

(اشتہار ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء)

اِس عظیم الشان بشارت کا پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے حصہ کے آخر میں بیان ہونا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت کے تاقیامت سرسبز رہنے سے تعلق رکھتا ہے صاف اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ یہ بشارت اپنی ابتدائی شکل میں مصلح موعود کے ذریعہ تبلیغِ اسلام کے زمین کے کناروں تک پہنچنے، دنیا بھر میں غلبۂ اسلام کی راہ ہموار ہونے، اور بالآخر مصلح موعود کے نفسی نقطۂ آسمان کی طرف اٹھائے جانے کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی کی ذریت کے ایک درخشندہ گوہر کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے پر اُس کے زمانہ میں پوری ہوگی اور ہوگی بھی بہت جلد کیونکہ بشارت شروع ہی ان الفاظ سے ہوتی ہے کہ ——

" وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

چنانچہ واقعات شاہد ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مسندِ خلافت پر متمکن ہونے کے چار پانچ ہفتہ بعد ہی اچانک یہ خبر موصول ہوئی کہ مغربی افریقہ میں نئی آزاد ہونے والی مملکت گیمبیا کا قائمقام گورنر جنرل وہاں کی جماعتِ احمدیہ کے پریذیڈنٹ جناب الحاج فمارا محمد سنگھاٹے کو مقرر کیا گیا ہے۔ قائم مقام گورنر جنرل کے عہدہ کا چارج لینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے ان کے دل میں ایک خواہش پیدا کی، بڑی ہی نیک اور عظیم الشان خواہش۔ ان کے دل میں خیال آیا جب اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے گورنر جنرل کے عہدہ تک ترقی دے کر سربراہِ مملکت ہونے کا اعزاز بخشا ہے تو کیوں نہ میں سربراہ مملکت ہونے کی حیثیت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈوں اور خدا سے اُس کے اِس غیر معمولی فضل کا طالب ہوں کہ وہ مجھے بھی ان بادشاہوں اور امیروں میں شمولیت کا شرف بخشے جن کے لئے خدائی الہام کے بموجب حضور علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تصرف دیکھئے کہ اس خواہش کے پیدا

ہوتے ہی انہوں نے سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں حضور علیہ السلام کے کپڑوں میں سے کوئی کپڑا بطور تبرک عطا فرمانے کی درخواست نہیں کی۔ بلکہ ہُوا یوں کہ یہ درخواست کرنے سے قبل انہوں نے چالیس روز تک اللہ تعالیٰ کے حضور اس سعادت کے حصول کے لئے خاص التزام سے دعائیں کیں اور آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم اور حضورؐ کے فرزندِ جلیل حضرت مسیح موعود علیہ السّلام پر بکثرت درود بھیجا۔ یہ چلّہ پورا ہونے کے بعد انہوں نے تبرک عطا کئے جانے کی درخواست حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ کی خدمت میں بھجوائی۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی بشارت کے عین مطابق ہُوا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر یہی منکشف فرمایا تھا کہ وہ بادشاہ اور امراء پہلے تیری تصدیق کریں گے اور پھر تجھ پر ایمان لانے کے بعد تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریں گے۔ اس کے بعد خاص خدائی تصرف کے ماتحت ایسا ہوگا کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ چنانچہ حضور علیہ السّلام نے اپنی کتاب "لُجّۃ النّور" میں اس خواب اور خدائی بشارت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا :-

اِنِّیْ رَأَیْتُ فِیْ مُبَشِّرَۃٍ اُرِیْتُھَا
جَمَاعَۃً مِّنَ الْمُؤْمِنِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ
وَالْمُلُوْکِ الْعَادِلِیْنَ الصَّالِحِیْنَ
بَعْضُھُمْ مِنْ ھٰذَا الْمُلْکِ وَ
بَعْضُھُمْ مِنَ الْعَرَبِ وَبَعْضُھُمْ
مِنْ بِلَادِ الشَّامِ وَبَعْضُھُمْ مِنْ
اَرْضِ الرُّوْمِ وَبَعْضُھُمْ مِنْ بِلَادٍ
لَا اَعْرِفُھَا۔ ثُمَّ قِیْلَ لِیْ مِنْ حَضْرَۃِ
الْغَیْبِ اِنَّ ھٰؤُلَاءِ یُصَدِّقُوْنَکَ
وَیُؤْمِنُوْنَ بِکَ وَیُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ
وَیَدْعُوْنَ لَکَ۔ وَاُعْطِیَ لَکَ بَرَکَاتٍ
حَتّٰی یَتَبَرَّکَ الْمُلُوْکُ بِثِیَابِکَ وَ
اُدْخِلُھُمْ فِی الْمُخْلِصِیْنَ ھٰذَا رَأَیْتُ
فِی الْمَنَامِ وَاُلْھِمْتُ مِنَ اللّٰہِ

ترجمہ : میں نے ایک مبشر خواب میں مخلص مومنوں اور عادل بادشاہوں کی ایک جماعت دیکھی جن میں سے بعض اسی ملک کے تھے اور بعض عرب کے بعض شام کے اور بعض شام کے بعض ارض روم کے اور بعض دوسرے بلاد کے تھے جن کو میں نہیں جانتا اس کے بعد مجھے خدا تعالےٰ کی طرف سے بتایا گیا کہ یہ لوگ تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کرینگے۔ اور میں تجھے بہت برکتیں دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اور میں ان کو مخلصوں میں داخل کروں گا۔ یہ وہ خواب ہے جو میں نے دیکھی اور یہ وہ الہام ہے جو خدا سے علّام کی

السّلام (الجنۃ النور صفحہ ۳، ۴) طرف سے مجھ کو ہوا (منقول از تذکرہ ایڈیشن دوم حاشیہ ص ")

اِس خواب میں حضور علیہ السّلام کو مختلف ممالک کے جو مومن صالح، اور عادل بادشاہ دکھلائے گئے ان کے متعلق خدا تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بتایا گیا اِنَّ هٰٓؤُلَاءِ يُصَدِّقُوْنَكَ وَيُؤْمِنُوْنَ بِكَ وَيُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ وَيَدْعُوْنَ لَكَ یعنی یہ بادشاہ تیری تصدیق کریں گے اور تجھ پر ایمان لائیں گے اور تجھ پر درود بھیجیں گے اور تیرے لئے دعائیں کریںگے اس کے بعد خدائی بشارت میں آتا ہے حَتّٰى يَتَبَرَّكَ الْمُلُوْكُ بِثِيَابِكَ - یہاں تک کہ یہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ چنانچہ پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو کی رو سے حسب خلافتِ ثالثہ کے قیام کے معاً بعد اس عظیم الشان بشارت کی پہلی اور ابتدائی جھلک عملاً ظہور میں آئی تو بعینہٖ اسیطرح ہؤا کہ جناب الحاج فمار احمد سنگھاٹے صاحب نے پہلے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصدیق کی پھر وہ آپؑ پر ایمان لائے۔ اس کے بعد گورنر جنرل مقرر ہونے سے پہلے انہوں نے چالیس روز تک دعائیں کیں اور بکثرت درود شریف کا ورد کیا تب کہیں جاکر انہوں نے جون ۱۹۶۶ء میں برکت حاصل کرنے کی غرض سے کپڑوں کا تبرک عطا کئے جانے کی درخواست کی حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست قبول فرماتے ہوئے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں میں سے ایک متبرک ٹکڑا عطا فرمایا جو بذریعہ ڈاک انھیں ۵ رجولائی ۱۹۶۶ء کو موصول ہؤا۔ اِس طرح انہیں دنیا میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے والے پہلے سربراہِ مملکت ہونے کا خصوصی شرف حاصل ہؤا۔

انہیں یہ تبرک موصول ہونے کی دیر تھی کہ خدائی بشارت کے مطابق اس تبرک کے طفیل انہیں آئندہ ملنے والی برکتوں کے پیش خیمہ کے طور پر فوراً ہی ایک خاص برکت یہ عطا کی گئی کہ عین اُسی روز انہیں قائم مقام گورنر جنرل کی بجائے از روئے آئین مقررہ میعاد کے لئے مملکت گیمبیا کا باقاعدہ پہلا افریقی گورنر جنرل مقرر کیا گیا۔ تبرک حاصل کرنے سے قبل تک وہ قائم مقام گورنر جنرل تھے اور اسے حاصل کر لینے کے بعد قائمقامی کا سوال نہ رہا بلکہ وہ پورے گورنر جنرل بنا دیئے گئے۔ یہ سب کچھ اُس خدائی بشارت کے مطابق ہؤا جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے والے بادشاہوں کو اپنی برکتوں سے نوازے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملنے والی اس بشارت کا ذکر کرتے ہوئے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام نے فرمایا تھا:-

"عالمِ کشف میں مجھے وہ بادشاہ دکھلائے گئے جو گھوڑوں پر سوار تھے اور

کہا گیا یہ ہیں جو اپنی گردنوں پر تیری اطاعت کا جُوا اٹھائیں گے اور خدا انہیں برکت دے گا" (تجلیات الٰہیہ حاشیہ صـ۲۱)

پھر لجنہ النور میں بیان کردہ مبشر خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کو جو بادشاہ دکھائے گئے تھے ان میں سے بعض بادشاہ تو اسی ملک کے، بعض عرب کے، بعض فارس کے، بعض شام کے اور بعض ارض روم کے تھے۔ اور بعض ایسے ملکوں کے تھے جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا وَبَعْضُهُمْ مِنْ بِلَادٍ لَا أَعْرِفُهَا یعنی وہ ایسے ملکوں کے تھے جن کو میں نہیں جانتا۔ اللہ تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ اس پیشگوئی کے پہلے اور ابتدائی ظہور کے وقت جس بادشاہ یا سربراہ مملکت کو سب سے پہلے حضور علیہ السّلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے کی سعادت نصیب ہوئی وہ ایسے ملک سے تعلق رکھتا تھا جس کو حضور علیہ السّلام نہ صرف جانتے نہ تھے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ جان بھی نہیں سکتے تھے کیونکہ اُس وقت گیمبیا کی آزاد مملکت کا کوئی وجود ہی نہ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ برطانیہ نے مغربی افریقہ کے اُس علاقہ کو جو بعد میں گیمبیا کہلایا ۱۸۲۱ء میں تجارتی کمپنی (THE COMPANY OF MERCHANTS) کا قبضہ ختم کر کے اپنے کنٹرول میں لے لیا تھا۔ لیکن اس کے بعد بھی عرصہ دراز تک وہاں کسی علیحدہ اور آزاد مملکت کا وجود نہ تھا۔ اس کی حیثیت ایک چھوٹی سی برطانوی نوآبادی سے زیادہ نہ تھی۔ اولاً یہ بشارت حضور علیہ السّلام کو ۱۸۶۸ء میں ملی تھی۔ اس کے بعد بھی یہ بشارت متعدد بار آپؑ کو ملی حتیٰ کہ ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کے دوسرے حصہ کے آخر میں اللہ تعالیٰ نے اس کا اعادہ فرمایا۔ اس لحاظ سے ۱۸۶۸ء میں ملنے والی پہلی بشارت کے ۹۷ سال اور پیشگوئی ۲۰ رفروری ۱۸۸۶ء کے ۷۹ سال بعد عین فروری ۱۹۶۵ء میں گیمبیا کی آزاد مملکت معرضِ وجود میں آئی اور اس کے بھی ایک سال بعد یعنی فروری ۱۹۶۶ء میں جناب الحاج ف ما احمد سنگھاٹے نے اس نئی مملکت کے قائم مقام گورنر جنرل کی حیثیت سے سربراہِ مملکت کے عہدہ کا چارج لیا اور اُسی سال انہیں حضور علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ سو اِس عظیم الشان بشارت کے ظہور کی پہلی اور ابتدائی جھلک میں ہی اللہ تعالیٰ نے بشارت کے اس حصہ وَبَعْضُهُمْ مِنْ بِلَادٍ لَا أَعْرِفُهَا کو بھی پورا کر دکھایا۔

الغرض نوآزاد مملکت گیمبیا کے پہلے افریقی گورنر جنرل جناب الحاج ف ما احمد سنگھاٹے کا خلافتِ ثالثہ کے اوائل ہی میں حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنا در اصل پیشگوئی مصلح موعود کی ایک ایسی شق کے ظہور پر دلالت کرتا ہے جس کا حسب پیشگوئی سیدنا حضرت فضل عمر المصلح الموعودؓ

کے وصال کے بعد بلا توقف ظہور میں آنا مقدر تھا۔ جناب الحاج مختار احمد سنگھاٹے کا سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ یعنی ۱۹۶۳ء میں احمدیت قبول کرنا، پھر حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے معاً بعد ان کا گورنر جنرل مقرر ہونا، اور پھر ان کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈنا اس امر کا ایک اور درخشندہ ثبوت ہے کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پیشگوئی ۲۰ر فروری ۱۸۸۶ء کے اصل اور حقیقی مصداق اور مصلح موعود تھے کیونکہ یہ سب کچھ حسب پیشگوئی حضور رضی کے وصال کے بعد حضور رضی کی موعودہ برکاتِ خاصہ کے جاری رہنے کے نتیجہ میں ہی ظاہر ہوا ہے۔ پھر یہ ایک درخشندہ ثبوت ہے اس امر کا بھی کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث پیشگوئی مصلح موعود کے دوسرے پہلو کی رو سے مصلح موعود کے مبارک دور کے تسلسل میں شروع ہونے والے نئے مبارک دور کے مصداقِ اوّل اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ خلیفہ برحق ہیں۔ جبھی تو اللہ تعالیٰ نے آپ کے دورِ خلافت کے آغاز میں ہی اتنا عظیم الشان نشان ظاہر فرمایا کہ جس کی رو سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کپڑوں سے بادشاہوں کے برکت ڈھونڈنے کی پہلی اور ابتدائی جھلک منصۂ شہود پر آئی۔

پیشگوئی مصلح موعود کے پہلے حصہ کی رو سے جس میں ایک عظیم الشان صفات والے اولو العزم فرزند کی بشارت دی گئی تھی یہ پیشگوئی اپنی تمام علامتوں کے ساتھ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وجود باجود میں بڑی شان اور آب وتاب کے ساتھ پوری ہوئی اور ہمارے لئے ازدیادِ ایمان اور ایک دنیا کے لئے ہدایت کا موجب ہو کر غلبہ اسلام کی راہ ہموار کرنے کا باعث بنی۔ اب موجودہ زمانہ میں پیشگوئی مذکور کے دوسرے پہلو کے اعتبار سے مصلحِ موعود کی برکاتِ خاصہ کا سلسلہ حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد بھی اسی شان اور آب وتاب کے ساتھ جاری ہے اور انشاء اللہ العزیز جاری وساری رہے گا یہاں تک کہ اسلام بہ تمام وکمال پورے کرۂ ارض پر غالب آکر اسے رشد وہدایت اور امن وسلامتی سے بھر دے گا۔ ہمارا اوّلین فرض ہے کہ ہم اس عظیم الشان پیشگوئی کی عظمت کو جو ایک نئے رنگ میں برابر پوری ہوتی چلی جا رہی ہے کبھی فراموش نہ ہونے دیں۔ ابھی صرف اس پیشگوئی کا ایک پہلو ہی مکمل ہوا ہے دوسرے پہلو کے اعتبار سے یہ پیشگوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذریت کے قیامت تک سرسبز رہنے کے ساتھ ساتھ آئندہ بھی ہر زمانہ میں پوری ہوتی چلی جائے گی۔ دوسرا پہلو بے شمار شقوں پر مشتمل ہے جو سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصال کے بعد سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ

بنصرہ العزیز کے مسند خلافت پر متمکن ہونے سے پوری ہونی شروع ہو گئی ہیں۔ یہ شغفیں سلسلہ وار اور زیادہ عظمت وشان کے ساتھ آئندہ بھی پوری ہوتی چلی جائیں گی اور ان کے پورا ہونے کے ساتھ اس پیشگوئی کی عظمت نئے نئے رنگ میں آشکار ہو کر دنیا کو ایک ہمہ گیر روحانی انقلاب سے ہمکنار کرتی رہے گی۔ ابھی تو ہم نے اس آسمانی بشارت کی کہ "بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے" پہلی اور ابتدائی جھلک ہی دیکھی ہے آگے چل کر وہ وقت بھی آئے گا اور ضرور آئے گا جب اس ملک کے ہی نہیں عرب، فارس، شام، ارض روم اور بہت سے نامعلوم ملکوں کے بادشاہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر ایمان لائیں گے، آپؑ پر درود بھیجیں گے، آپؑ کے لئے دعائیں کریں گے اور آپؑ کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے مطابق یہ سب کچھ ہو گا اور جلد جلد ہو گا۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے عنقریب ملنے والی کامیابیوں کے متعلق اللہ تعالیٰ سے خبر پاکر ہمیں پہلے ہی بشارت دے دی ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے فرمایا ہے:۔

"میں جماعت کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آئندہ پچیس تیس سال جماعت احمدیہ کے لئے نہایت ہی اہم ہیں۔ کیونکہ دنیا میں روحانی انقلابِ عظیم پیدا ہونے والا ہے۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ وہ کونسی خوش بخت قومیں ہوں گی جو ساری کی ساری یا ان کی اکثریت احمدیت میں داخل ہو گی، وہ افریقہ میں ہوں گی یا جزائر میں یا دوسرے علاقوں میں۔ لیکن میں پورے وثوق کے ساتھ آپ کو کہہ سکتا ہوں کہ وہ دن دور نہیں جب دنیا میں ایسے ممالک اور علاقے پائے جائیں گے جہاں کی اکثریت احمدیت کو قبول کرلے گی۔ اور وہاں کی حکومت احمدیت کے ہاتھ میں ہو گی۔"

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۰ دسمبر ۱۹۶۵ء مطبوعہ الفضل ۹ جون ۱۹۶۶ء)

اللہ تعالیٰ ہمیں پیشگوئی مصلح موعود کے دونوں پہلوؤں کی عظمت کے عرفان سے ہمیشہ ہی بہرہ ور رہنے اور آنے والی نسلوں کو بہرہ ور کرنے اور اس کے دوسرے پہلو کی رو سے نئے مبارک دور کے مصداقِ اول سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی کامل اطاعت بجالاتے ہوئے اپنی نئی اور پہلے سے کہیں زیادہ بڑھی ہوئی ذمہ داریوں کو کماحقہٗ ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہم اور ہماری نسلیں اللہ تعالیٰ کے خاص فضل کے نتیجہ میں عنقریب ملنے والی عظیم الشان کامیابیوں میں حصہ دار بن سکیں اور ان کامیابیوں سے صحیح معنوں میں بہرہ ور ہونے کی اہل قرار پاسکیں۔ آمین اللھم آمین۔

(مسعود احمد دہلوی)

کلماتِ طیّبات حضرت مسیح موعود علیہ السّلام :

پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور اس کے دو مہتم بالشان پہلو

خدائے بزرگ و برتر کے الہام اور اس کے کلام کا مکمّل متن

جیسا کہ ہم مقالۂ افتتاحیہ میں واضح کر آئے ہیں ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی دو مہتم بالشان پہلوؤں پر مشتمل تھی۔ اوّل الذکر پہلو ایک عظیم الشان صفات والے اولوالعزم فرزند موعود کی بشارت اور اس کے ذریعہ رونما ہونے والے عظیم روحانی انقلاب کی نوعیت پر مشتمل تھا اور مؤخر الذکر پہلو میں خبر دی گئی تھی کہ اس اولوالعزم فرزند موعود کے ذریعہ ظاہر ہونے والی برکات اس کے وصال کے بعد بھی حضرت مسیح موعود علیہ السّلام کی ذریت اور آپ کی قائم کردہ جماعت میں جاری رہیں گی جن کے نتیجہ میں غلبۂ اسلام کی پیشگوئیاں نہایت مہتم بالشان طریق پر پوری ہوتی چلی جائیں گی۔ اس پیشگوئی کا مکمل متن جو تمام تر خدائے بزرگ و برتر کے الہام اور اس کے کلام پر مشتمل ہے ذیل میں ہدیۂ قارئین کیا جاتا ہے :-

پہلا مہتم بالشان پہلو

" بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّ و جلّ خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر یک چیز پر قادر ہے (جلّ شانہٗ و عزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایہ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیارپور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور

ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفّر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجہ سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں باہر آویں۔ اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ ؐ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔ سو تجھے بشارت ہو ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا، ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل ہو گا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اُس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے، وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اُس کے ساتھ فضل ہے جو اُس کے آنے کے ساتھ آئے گا، وہ صاحبِ شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے اپنے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہو گا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہو گا۔ (اس کے معنے سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاوّل والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہو گا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اُس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اُس کے سر پر ہو گا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہو گا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اُس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وکان امراً مقضیاً۔

دوسرا اہم بالشان پہلو

پسر (یعنی مصلح موعود کی بشارت کے علاوہ - نافلہ) خدائے کریم جلشانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ

تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتینِ مبارکہ

سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی اور میں تیری ذرّیت کو بہت بڑھاؤں گا اور برکت دوں گا مگر بعض ان میں سے کم عمری میں فوت بھی ہوں گے اور تیری نسل کثرت سے ملکوں میں پھیل جائے گی۔ اور ہر یک شاخ تیرے جدّی بھائیوں کی کاٹی جائے گی اور وہ جلد لاولد رہ کر ختم ہو جائے گی۔ اگر وہ توبہ نہ کریں گے تو خدا ان پر بلا پر بلا نازل کرے گا یہاں تک کہ وہ نابود ہو جائیں گے ان کے گھر بیواؤں سے بھر جائیں گے اور ان کی دیواروں پر غضب نازل ہوگا لیکن اگر وہ رجوع کریں گے تو خدا رحم کے ساتھ رجوع کرے گا۔ خدا تیری برکتیں اردگرد پھیلا دے گا اور ایک اجڑا ہوا گھر تجھ سے آباد کرے گا اور ایک ڈراؤنا گھر برکتوں سے بھر دے گا۔ تیری ذرّیت منقطع نہیں ہوگی اور آخر دنوں تک سرسبز رہے گی۔ خدا تیرے نام کو اس روز تک جو دنیا منقطع ہو جائے عزت کے ساتھ قائم رکھے گا اور تیری دعوت کو دنیا کے کناروں تک پہنچا دے گا۔ میں تجھے اٹھاؤں گا اور اپنی طرف بلالوں گا پر تیرا نام صفحہ زمین سے کبھی نہیں اٹھے گا۔ اور ایسا ہوگا کہ سب وہ لوگ جو تیری ذلت کی فکر میں لگے ہوئے ہیں اور تیرے ناکام رہنے کے درپے اور تیرے نابود کرنے کے خیال میں ہیں وہ خود ناکام رہیں گے اور ناکامی اور نامرادی میں مریں گے لیکن خدا تجھے بکلّی کامیاب کرے گا اور تیری ساری مرادیں تجھے دے گا۔ میں تیرے خالص اور دلی محبّوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور ان میں کثرت بخشوں گا۔ اور وہ مسلمانوں کے اس دوسرے گروہ پر تا بروز قیامت غالب رہیں گے جو حاسدوں اور معاندوں کا گروہ ہے۔ خدا انہیں نہیں بھولے گا اور فراموش نہیں کرے گا اور وہ علیٰ حسب الاخلاص اپنا اپنا اجر پائیں گے۔ تو مجھے ایسا ہے جیسے انبیاء بنی اسرائیل (یعنی ظلّی طور پر ان سے مشابہت رکھتا ہے) تو مجھے ایسا ہے جیسی میری توحید۔ تو مجھ سے اور میں تجھ سے ہوں۔ اور وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا بادشاہوں اور امیروں کے دلوں میں تیری محبت ڈالے گا یہاں تک کہ وہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اے منکرو اور حق کے مخالفو! اگر تم میرے بندے کی نسبت شک میں ہو اگر تمہیں اس فضل و احسان سے کچھ انکار ہے جو ہم نے اپنے بندہ پر کیا تو اس نشان رحمت کی مانند تم بھی اپنی نسبت کوئی سچا نشان پیش کرو اگر تم سچے ہو۔ اور اگر تم پیش نہ کر سکو اور یاد رکھو کہ ہرگز پیش نہ کر سکو گے تو اس آگ سے ڈرو کہ جو نافرمانوں اور جھوٹوں اور حد سے بڑھنے والوں کے لئے تیار ہے۔"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء منقول از تبلیغ رسالت جلد اوّل صفحہ ۶۰ تا صفحہ ۶۲)

منظوم عربی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

وَبَدَا الْهُدٰی كَالدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ

(ہدایت چمکنے والے موتیوں کی طرح ظاہر ہو گئی)

تُوبُوا مِنَ الْهَفَوَاتِ يُغْفَرْ ذَنْبُكُمْ　　وَاللّٰهُ بَرٌّ وَاسِعُ الْغُفْرَانِ

اپنی لغزشوں سے توبہ کرو تا تمہارے گناہ بخشے جاویں اور خدا تعالیٰ نکوکار وسیع المغفرت ہے

قَدْ جَاءَ مَهْدِيْكُمْ وَظَهَرَتْ اٰيَةٌ　　فَاسْعَوْا بِصِدْقِ الْقَلْبِ يَا فِتْيَانِي

تمہارا مہدی آ گیا اور نشان ظاہر ہو گیا سو اے میرے جوانو! دلی صدق سے کوشش کرو

عِنْدِيْ شَهَادَاتٌ فَهَلْ مِنْ مُؤْمِنٍ　　نُوْرٌ يُرِي الدَّانِي فَهَلْ مِنْ دَانِيْ

میرے پاس گواہیاں ہیں پس کیا کوئی ایمان لانے والا ہے ایک نور ہے جو نزدیک آنے والا ہے اس کو دکھاتا پس کیا کوئی نزدیک آنے والا ہے

ظَهَرَتْ شَهَادَاتٌ فَبَعْدَ ظُهُوْرِهَا　　مَا عُذْرُكُمْ فِيْ حَضْرَةِ السُّلْطَانِ

گواہیاں ظاہر ہو گئیں سو ان کے ظہور کے بعد اللہ تعالیٰ کی جناب میں کیا عذر پیش کرو گے

هٰذَا اَوَانُ النَّصْرِ مِنْ رَّبِّ السَّمَاءِ　　ذِيْ مُصْمِيَاتٍ مُوْلِقِ الْفَتَّانِ

یہ رب السماء کی طرف سے مدد کا وقت ہے جس کے تیر خطا نہیں کرتے اور جو فتنہ انگیز کو ہلاک کرتا ہے۔

نَزَلَتْ مَلَائِكَةُ السَّمَاءِ لِنَصْرِنَا　　رَعَبَ الْعِدَا مِنْ عَسْكَرٍ رُّوْحَانِيْ

ہماری مدد کے لئے آسمان سے فرشتے اتر آئے لشکر روحانی سے دشمن ڈر گئے

دَخَلَتْ بُرُوْقُ الدِّيْنِ فِيْ اَرْضِ الْعِدَا　　وَبَدَا الْهُدٰی كَالدُّرِّ فِي اللَّمَعَانِ

دین کی روشنی دشمنوں کی زمین میں داخل ہو گئی اور ہدایت چمکنے والے موتیوں کی طرح ظاہر ہو گئی

(نور الحق الحصۃ الثانیہ)

منظوم فارسی کلام حضرت مسیح موعود علیہ السلام

رسید مژدہ کہ ایّام نو بہار آمد

(مجھے خوشخبری ملی ہے کہ پھر موسم بہار آ گیا)

بہر دم از دل و جاں وصفِ یارِ خود بکنم — من آں نیم کہ تغافل ز کارِ خود بکنم

میں ہر دم دل و جان سے اپنے یار کی تعریف کرتا ہوں میں وہ نہیں ہوں کہ اپنے کام سے غفلت کروں

بہر زماں بدلم ایں ہوس ہمے جوشد — کہ ہر چہ ہست نثارِ نگارِ خود بکنم

ہر وقت میرے دل میں یہ شوق جوش مارتا ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے وہ اپنے محبوب پر قربان کر دوں

اگرچہ در رہِ جاناں چو خاک گردیدم — دلم تپد کہ فدایش غبارِ خود بکنم

اگرچہ میں محبوب کی راہ میں خاک کی طرح ہو گیا ہوں مگر میرا دل تڑپتا ہے کہ اپنا غبار بھی اس پر فدا کر دوں

روم بگلشنِ دلدادگاں کزاں باغم — چرا بکوچۂ غیرے قرارِ خود بکنم

میں عاشقوں کے گلشن میں جاتا ہوں۔ اس باغ کو چھوڑ کر میں کسی غیر کے کوچہ میں اپنا مسکن کیوں بناؤں

رسید مژدہ کہ ایّام نو بہار آمد — زمانہ را خبر از برگ و بارِ خود بکنم

مجھے خوشخبری ملی ہے کہ پھر موسم بہار آگیا تاکہ زمانہ کو میں اپنے پھلوں اور پتّوں کی خبر کر دوں

تعلقاتِ دلآرامِ خویش بنمایم ! — ہمائے اوجِ سعادت شکارِ خود بکنم

اور اپنے محبوب کے تعلقات کا اظہار کروں اور ہمائے اوجِ سعادت کو اپنا شکار بناؤں

بروئے یار کہ از بہرِ قوم مے سوزم — مگر دلش چو دلِ ریش و زارِ خود بکنم

خدا کی قسم میں اپنی قوم کی خیر خواہی میں جل رہا ہوں تاکہ قوم کے دل کو بھی اپنے زخمی اور نالاں دل کی طرح کر دوں

ایک خدائی فیصلہ جسے دُنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی

مصلح موعود کا نام اور اس کا کام دُنیا میں ہمیشہ قائم رہیگا،

(سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ)

چونکہ پیشگوئی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی رو سے مصلح موعود کے ذریعہ ظاہر ہونے والی برکات نے اس کے وصال کے بعد بھی دنیا میں جاری رہنا تھا اور قیامت تک جاری رہنا تھا اِس لئے اس عظیم الشان پیشگوئی کے مصداق سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالےٰ عنہ نے اپنی تقاریر اور خطبات میں اس امر کا اعلان فرمایا کہ اللہ تعالےٰ مصلح موعود کے نام اور اس کے کام کو ہمیشہ دُنیا میں قائم رکھے گا۔ حضور رضی اللہ عنہ نے بالصراحت واضح فرمایا کہ یہ خدائی فیصلہ ہے اس کو دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی۔ ذیل میں حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تقریر فرمودہ ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء کا ایک اقتباس شائع کیا جاتا ہے جس میں حضور رضی اللہ عنہ نے اِس خدائی فیصلہ کو بڑی تحدی کے ساتھ پیش فرمایا ہے:۔

" خدا نے میری ہر میدان میں تائید کی اور مجھے ہر جگہ مظفر و منصور کیا بیشک غیر مبایعین ہمیشہ مجھ پر اعتراض کرتے رہتے ہیں مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اسلام کے لئے کس کا وجود مفید ثابت ہُوا ہے۔ کیا میرا یا ان کا! انہوں نے تو یہی کیا کہ وہ شخص جو اسلام کی خدمت کر رہا ہے جو محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا نور دنیا میں پھیلا رہا ہے، جو قرآن کی عظمت عالم میں قائم کر رہا ہے، اس پر رکیک اور بے بنیاد حملے کئے۔ اس قسم کے حملوں سے بھلا کونسا مقدس انسان بچا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی لوگوں نے کئی اعتراضات کئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر بھی اعتراض کرنے والوں نے اعتراض کئے۔ پس اِس قسم کی باتوں سے کیا بنتا ہے دیکھنے والی بات

تو یہ ہے کہ اسلام کو فائدہ کس کے ذریعہ پہنچ رہا ہے۔

اگر کوئی شخص واقعہ میں یہ سمجھتا ہے کہ میں نے اسلام کے غلبہ اور اس کی اشاعت کے لئے جس قدر کام کئے ہیں وہ نعوذ باللہ لغو ہیں۔ اور اسلام کو ان کی بجائے کسی اور رنگ میں کام کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے تو میں اسے کہتا ہوں کہ تم میدان میں آؤ اور کام کرکے دکھاؤ۔ اگر تمہارا کام اچھا ہوا تو دنیا خود بخود تمہارے پیچھے چلنے لگ جائے گی۔ آخر دنیا میں کوئی اسلام سے محبت رکھنے والی جماعت ہے یا نہیں۔ اگر ہے تو تمہیں ماننا پڑے گا کہ جو شخص بھی اسلام کی خدمت کرے گا وہ اُسی کے پیچھے چلے گی۔ پھر اس میں کونسی مشکل بات ہے۔ وہ اسلام کی مجھ سے بہتر خدمت کرکے دکھا دیں دنیا خود بخود ان کے پیچھے چل پڑے گی۔ لیکن اگر ایک جماعت ایسی ہو جو صرف اعتراض کرنا ہی جانتی ہو تو اسے یاد رکھنا چاہیئے کہ یہ دنیا لاوارث نہیں ہے اس دنیا کا ایک زندہ اور طاقتور خدا ہے۔ وہ مجھ پر اعتراض کر سکتے ہیں وہ میرے خلاف ہر قسم کے منصوبے کر سکتے ہیں، وہ مجھے لوگوں کی نگاہ سے گرانے اور ذلیل کرنے کے لئے جھوٹے الزام لگا سکتے ہیں، مگر وہ ان حملوں کے نتیجہ میں میرے خدا کے زبردست ہاتھ سے نہیں بچ سکتے۔ لیکن میں اُسی خدا کے فضلوں پر بھروسہ رکھتے ہوئے کہتا ہوں کہ میرا نام ہمیشہ دنیا میں قائم رہے گا۔ اور گو میں مر جاؤں گا مگر میرا نام کبھی نہیں مٹے گا۔ یہ خدا کا فیصلہ ہے جو آسمان پر ہو چکا کہ وہ میرے نام اور میرے کام کو دنیا میں قائم رکھے گا۔ اور ہر شخص جو میرے مقابلہ میں کھڑا ہو گا وہ خدا کے فضل سے دنیا میں ناکام رہے گا۔

دنیا میں جھوٹ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب مبعوث ہوئے تو دنیا نے آپ پر اعتراضات کئے اور کہا کہ یہ جھوٹا ہے، فریبی ہے، مکّار ہے، ضال ہے، دجال ہے اور اُس نے کوشش کی کہ آپ کے نام کو مٹا دے۔ مگر آج ستّر اسّی سال کے بعد اُس نے دیکھ لیا کہ جس کے نام کو مٹانے کے لئے اُس نے اپنی انتہائی کوششیں صرف کر دی تھیں اُس کا نام اکناف عالم میں پھیل گیا اور ہر دن جو چڑھتا ہے وہ آپ کے نام کو اور زیادہ روشن کر دیتا ہے۔ اسیطرح میں کہتا ہوں میں بھی ایک انسان ہوں مگر بعض انسان ایسے مقام پر کھڑے کر دیئے جاتے ہیں کہ گو ان کی لیڈری کی عمر تھوڑی ہو، گو ان کی جسمانی زندگی چند سال کی ہو مگر ان کے نام کی زندگی ہزاروں سال کی ہوتی ہے۔ اور دنیا کے لوگ اگر کوشش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی وہ ان کے نام کو مٹا نہیں سکتے۔ اس کی مثالیں ہمیں روحانی پیشواؤں میں بھی دکھائی دیتی ہیں اور دنیوی بادشاہوں میں بھی نظر آتی ہیں۔ سکندر جس کے ذکر سے آج تاریخ کے صفحات بھرے پڑے ہیں بیس سال کی عمر میں بادشاہ ہوا تھا اور بتیس سال کی عمر میں مر گیا، گویا صرف بارہ سال اسے بادشاہت کے لئے ملے مگر تیئیس سو سال گزر گئے ہیں اور آج بھی دنیا سکندر کو جانتی ہے اور بچہ بچہ کی زبان پر اس کا نام آتا ہے۔ اسیطرح خدا نے مجھے اس مقام پر کھڑا کیا ہے کہ خواہ مخالف مجھے کتنی بھی گالیاں دیں، مجھے کتنا بھی برا سمجھیں، بہرحال دنیا

کی کسی بڑی سے بڑی طاقت کے بھی اختیار میں نہیں کہ وہ میرا نام اسلام کی تاریخ کے صفحات سے مٹا سکے ۔ آج نہیں آج سے چالیس پچاس بلکہ سو سال کے بعد تاریخ اس بات کا فیصلہ کرے گی کہ میں نے جو کچھ کہا تھا وہ صحیح کہا تھا یا غلط۔ میں بے شک اُس وقت موجود نہیں ہونگا مگر جب اسلام اور احمدیت کی اشاعت کی تاریخ لکھی جائے گی تو مسلمان مورخ اس بات پر مجبور ہو گا کہ وہ اس تاریخ میں میرا بھی ذکر کرے ۔ اگر وہ میرے نام کو اس تاریخ میں سے کاٹ ڈالے گا تو احمدیت کی تاریخ کا ایک بڑا حصہ کٹ جائے گا ، ایک بہت بڑا خلا واقع ہو جائے گا جس کو پُر کرنے والا اسے کوئی نہیں ملے گا۔

پس مجھے ان کے اعتراضات کی کوئی پرواہ نہیں اور نہ گالیوں اور بد زبانیوں سے میں ڈرتا ہوں ۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دشمن کہا کرتے تھے کہ تم کابل چلو تو تمہیں پتہ لگے کہ تم سے کیا سلوک ہوتا ہے ۔ مگر ان باتوں سے کیا بن گیا ۔ اگر بندوں پر ہی میری نگاہ ہوتی تو بے شک مجھے گھبراہٹ ہو سکتی تھی ۔ مگر جس نے خدا تعالیٰ کے جلال اور جمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو اور جس نے اس کے سینکڑوں نشانات کا مشاہدہ کیا ہو وہ دُنیا پر نگاہ ہی کب رکھ سکتا ہے ۔ مجھے تو میرے خدا نے اُس وقت جب کہ خلافت کا سوال تک بھی نہیں تھا اور جب کہ میں قریباً پندرہ سولہ سال کا تھا الہام کے ذریعہ یہ بتا دیا تھا کہ

اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰى یَوْمِ الْقِیَامَةِ

"یعنی وہ لوگ جو تیرے متبع ہیں وہ تیرے نہ ماننے والوں پر قیامت تک غالب رہیں گے"

پس یہ صرف آج کی بات نہیں بلکہ جو شخص بھی میری بیعت کا سچا اقرار کرے گا وہ خدا کے فضل سے قیامت تک میرے نہ ماننے والوں پر غالب رہے گا ۔ یہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی ہے جو پوری ہوئی اور ہوتی رہے گی ۔

زمانہ بدل جائے گا ، حالات بدل جائیں گے ، حکومتیں بدل جائیں گی ، اور میں بھی اپنے وقت پر وفات پا کر اپنے خدا کے حضور حاضر ہو جاؤں گا ۔ مگر خدا تعالیٰ کی یہ بتلائی ہوئی بات کبھی نہیں بدلے گی کہ میرے ماننے والے ہمیشہ میرے نہ ماننے والوں پر غالب رہیں گے ۔"

(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۶۱ء ۔ بحوالہ ٹریکٹ "روح پرور خطاب" شائع کردہ نظارت اصلاح و ارشاد۔ ربوہ)

نفوس و اموال میں برکت کا عظیم الشان نشان

مصلح موعود کی صداقت پر اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت

مکرم پروفیسر شیخ محبوب عالم صاحب خالد ایم۔ اے

اللہ تعالیٰ نے سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ایک عظیم الشان بیٹے کی خبر دیتے ہوئے فرمایا:۔

"سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریت و نسل سے ہوگا۔ خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے وہ نور اللہ ہے۔ مبارک ہے وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے۔ کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمۂ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا۔ اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول والآخر مظہر الحق والعلاء کان اللہ نزل من السماء۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم

اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیا"

(اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

سیدنا حضرت المصلح الموعود خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تئیں اس پیش گوئی کا مصداق قرار دیتے ہوئے ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیارپور کے مقام پر یہ اعلان فرمایا:۔

"میں خدا کے حکم کے ماتحت قسم کھا کر یہ اعلان کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس پیشگوئی کے مطابق آپ کا وہ موعود بیٹا قرار دیا ہے جس نے زمین کے کناروں تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام پہنچانا ہے" (الفضل ۲۴ فروری ۱۹۴۴ء)

ہمارے غیر مبایع دوستوں کا کہنا ہے۔ کہ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پسر موعود کی اس پیشگوئی کے مصداق نہ تھے۔ چنانچہ بقول ان کے اس اعلان کے ذریعہ انہوں نے خدانخواستہ خدا تعالیٰ کی ناراضگی مول لے لی اس کی تائید و نصرت ان کی شامل حال نہ رہی۔ اور علی الخصوص ۱۹۵۴ء سے رجب کہ آپ پر حملہ ہوا تھا) نعوذ باللہ ان کا موید من اللہ نہ ہونا عیاں ہوگیا۔

آئیں ہم سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے الہامات اور خدا تعالیٰ کی فعلی شہادت کی روشنی میں غیر مبائعین کے اس دعویٰ پر غور کریں۔

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ نے پسر موعود کی پیشگوئی ہی کے ضمن میں فرمایا:۔

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا اور کثرت بخشوں گا" (اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء)

"خالص اور دلی محبوں کا گروہ بڑھانے اور ان کے نفوس و اموال میں برکت" دینے کے وعدے کا مصلح موعود کے ظہور کے زمانہ سے خصوصی تعلق ہے کیونکہ پیشگوئی مصلح موعود کے ضمن میں ہی یہ وعدہ بھی فرمایا گیا ہے اگر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصلح موعود کی پیشگوئی کے مصداق نہ ہوتے اور آپ اس دعویٰ میں صادق نہ ہوتے تو ہونا یہ چاہیئے تھا کہ ۱۹۴۴ء سے ہی آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے والوں یعنی آپ کی جماعت کی تعداد دن بدن گھٹتی چلی جاتی اور ان کے نفوس و اموال میں دن بدن کمی واقع ہوتی چلی جاتی اور ۱۹۵۴ء سے جب سے کہ آپ پر حملہ ہوا اور پھر طبعی تقاضہ کے ماتحت علالت کا دور شروع ہوا بقول غیر مبائعین یہ بات

اور بھی نمایاں ہو جانی چاہیئے تھی نفوس و اموال میں کمی کا لازماً جماعتی چندوں پر اثر پڑنا چاہیئے تھا کیونکہ جب سال بہ سال جماعت کم ہوتی چلی جاتی اور ان کے اموال میں کمی واقع ہوتی جاتی تو اُس کا ان کے چندوں پر لازمی اثر پڑتا ہم اسی معیار پر حضور رضی اللہ تعالےٰ پر حملہ کے سال ۱۹۵۴ء اور حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی کامیاب و بامراد خلافت کے آخری مالی سال ۶۵-۱۹۶۴ء کے بجٹ پر نظر ڈالیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ جہاں ۱۹۵۴ء میں جماعت کا مجموعی مشخصہ بجٹ ۲۸۲۴۳۳۷ روپے تھا وہاں ۱۹۶۴ء میں خدا تعالےٰ کے فضل سے جماعت کا مجموعی بجٹ ۶۴۰۶۰۳۴ روپے تک جا پہنچا تھا۔ جو خدا تعالےٰ کے فضل سے ۱۹۵۴ء کے بجٹ سے دگنے سے بھی زیادہ تھا وصولی خدا کے فضل سے ہر سال کی طرح اس سال بھی مشخصہ بجٹ سے زیادہ تھی، اگر غیر مبایعین اپنے دعویٰ میں صادق ہوتے تو ۱۹۶۴ء میں جماعت کا بجٹ اٹھائیس لاکھ سے کم ہو کر چودہ لاکھ بلکہ اس سے بھی بہت کم ہو جاتا مگر معاملہ خدا کے فضل سے اس کے برعکس ہے جو مخلصین جماعت کے نفوس و اموال میں کمی کی بجائے ان کے نفوس و اموال میں خدائی برکت پر دال ہے اور اس امر کی دلیل کہ علالت اور بیماری کے باوجود جو ایک طبعی امر ہے اللہ تعالےٰ کی تائید و نصرت سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی کے شامل حال تھی جس کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ نے حضور رضی کی علالت کے باوجود حضور رضی کی بابرکت خلافت کے آخری دس سالوں میں جماعت کی تعداد اور ان کی مالی قربانیوں کو دگنا سے بھی زائد کر دیا اور اس طرح یہ ثابت کر دیا کہ حضور رضی اللہ تعالےٰ عنہ اپنے دعویٰ مصلح موعود میں خدا کے نزدیک برحق ہیں سیدنا حضرت المصلح الموعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ فرماتے ہیں:-

"جو کچھ میں کہتا ہوں، اور میں وہی کچھ کہتا ہوں جو مجھے خدا نے کہا، وہ یہ ہے کہ میرے آخری سانس تک خدا تعالےٰ کے فضل سے ہماری جماعت کے لئے غلبہ اور ترقی اور کامیابی ہی مقدر ہے اور کوئی اس الٰہی تقدیر کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس بات پر خواہ کوئی ناراض ہو شور مچائے، گالیاں دے، یا برا بھلا کہے اس سے خدائی فیصلہ میں کوئی فرق نہیں پڑ سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے جس کا خدا آسمان پر فیصلہ کر چکا ہے کہ وہ میری زندگی کے آخری لمحات اور میرے جسم کے آخری سانس تک جماعت کا قدم ترقی کی طرف بڑھاتا چلا جائے گا۔ جس طرح خدا کی بادشاہت کو کوئی نہیں بدل سکتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے کلام اور اُس کے وعدہ کو بھی کوئی بدلنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ زمین و آسمان کے خدا کا وعدہ ہے کہ بہر حال میری زندگی میں جماعت کا قدم آگے ہی آگے بڑھتا چلا جائے گا۔"

(تقریر ۲۸ دسمبر ۱۹۵۹ء بموقعہ جلسہ سالانہ قادیان مطبوعہ الفضل ۲۲ جنوری ۱۹۶۰ء)

خدا کی فعلی شہادت نے حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سچائی کو ثابت کر دیا ہے اس طرح کہ حضورؓ کی زندگی کے آخری لمحہ تک خدا کے فضل سے جماعت اخلاص ایمان نفوس اور اموال میں دن دگنی رات چوگنی ترقی کرتی چلی گئی۔

پیشگوئی مصلح موعود کے دوران ہی الہاماً حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ :-

"میں تیرے خالص اور دلی محبوں کا گروہ بھی بڑھاؤں گا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت دوں گا"

ظاہر کرتا تھا کہ کچھ لوگ اُس زمانہ میں ایسے ہوں گے جو تجھ پر ایمان لانے کے دعویدار ہونے کے باوجود مصلح موعود کے دعویٰ کو صحیح تسلیم نہیں کریں گے وہ تیرے خالص اور دلی محبوں میں سے نہیں ہوں گے اور ان کے برعکس خدا تعالیٰ مصلح موعود پر ایمان لانے والے خالص اور دلی محبوں کے گروہ کو محیر العقول ترقی اور برکت دے کر عملاً اپنی تائید و نصرت سے اس کی صداقت پر مہر ثبت کر دے گا۔ سو ایسا ہی ظہور میں آیا۔ مصلح موعود کے دعوے کو جھٹلانے والے معاندوں کا مختصر گروہ مختصر سے مختصر ہوتا چلا گیا اور مصلح موعود کے دعویٰ کی تصدیق کرنے والا خالص اور دلی محبوں کا گروہ پھلتا اور پھولتا چلا گیا اور ان کے نفوس و اموال میں برکت پر برکت ملتی چلی گئی اور برابر ملتی چلی جا رہی ہے۔

واٰخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العٰلمین۔

متقی کون ہے؟

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

"خدا تعالیٰ اپنے بندوں کو آزماتا ہے کہ ان میں متقی کون ہے جو اس کے نشانات سے دیکھ کر پہچانتا اور اُس پر ایمان لاتا ہے"

(ملفوظات جلد ۱ صفحہ ۲۹۳)

باہمی اخوّت

(محترم مولانا نذیر احمد صاحب مبشر سابق مبلغ انچارج غانا)

زمانۂ جاہلیت میں عرب لوگوں کی جہالت ـ آپس میں کینہ ـ دشمنی اور جوش و خروش کا یہ حال تھا کہ بات بات پر تلوار چل جاتی اور بعض اوقات ایک ذرا سی بات پر دو قبیلوں میں جنگ شروع ہوتی اور آہستہ آہستہ بعض دوسرے قبائل بھی اس میں شریک ہو جاتے اور سالہا سال تک قتل و غارت کا سلسلہ جاری رہتا۔ چنانچہ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ بعض جنگیں سو سو سال بلکہ اس سے بھی زیادہ عرصہ تک جاری رہیں۔ چنانچہ ان جنگوں میں سے ایک جنگ جسے جنگ بسوس سے موسوم کیا جاتا ہے صرف ایک اونٹنی کے درخت پر سے ایک پرندہ کے گھونسلے کے انڈے توڑنے کی بناء پر بنو تغلب اور بنو بکر دو قبائل کے درمیان شروع ہوئی اور چالیس سال تک جاری رہی۔ اور ایسے ہی بیان کیا جاتا ہے کہ مدینہ کے دو قبائل اوس اور خزرج کے درمیان زمانۂ جاہلیت میں عداوت کی آگ بھڑک اٹھی اور ان کی آپس میں جنگیں ایک سو بیس سال تک جاری رہیں اور اسلام قبول کرنے پر ختم ہوئیں۔ عرب کی ان عداوتوں ـ بغض ـ کینوں اور لڑائیوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ قرآنِ مجید میں فرماتا ہے کہ حبل اللہ یعنی قرآنِ مجید کے نزول سے پہلے تمہاری ایسی ناگفتہ بہ حالت تھی اور تم جہنم کے گڑھے کے کنارہ پر تھے لیکن اسلام قبول کرنے اور قرآنِ کریم کی تعالیم سامیہ پر ایمان لانے کی وجہ سے تم میں اللہ تعالیٰ نے اُلفت ـ محبت ـ یگانگت اور اخوت پیدا کر دی اور اس نے تمہیں جہنم سے بچا لیا اس لئے تم قرآنِ مجید کو مضبوطی سے پکڑو اور اس کی تعلیمات پر عمل پیرا ہو تاکہ تم تشتت ـ افتراق اور عداوت کا شکار نہ ہو اور بھائیوں کی طرح مِل جُل کر زندگی بسر کرو۔ چنانچہ فرماتا ہے:ـ

(۱) وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّ لَا تَفَرَّقُوْا وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ

ترجمہ:ـ اور تم سب (کے سب) اللہ کی رسّی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور پراگندہ مت ہو ـ اور اللہ کا احسان جو (اس نے) تم پر (کیا) ہے ـ یاد کرو کہ جب تم (ایک دوسرے

اِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

(آل عمران ع۱۱)

کے) دشمن تھے۔ اس نے تمہارے دلوں میں اُلفت پیدا کر دی جس کے نتیجہ میں تم اس کے احسان سے بھائی بھائی بن گئے اور تم آگ کے ایک گڑھے کے کنارے پر تھے مگر اس نے تمہیں اس سے بچالیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ تمہارے لئے اپنی آیات کو بیان کرتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔

(۲) وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّا اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ۔

(انفال ع۸)

ترجمہ:۔ اور ان (مومنوں) کے دلوں کو (اللہ نے) آپس میں باندھ دیا (یہاں تک کہ صحابہ تیرے پسینہ کی جگہ اپنا خون بہانے کے لئے تیار ہوگئے) اگر تو جو کچھ بھی زمین میں ہے ان پر خرچ کر دیتا تو بھی ان کے دلوں کو اس طرح باندھ نہیں سکتا تھا لیکن اللہ نے ان میں باہمی محبت (اور تیرے ساتھ بھی محبت) قائم کر دی وہ یقیناً غالب (اور) بڑی حکمت والا ہے۔

آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے آپس میں محبت اور اخوت کے ساتھ رہنے کو جزوِ ایمان قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا تَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَا تُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَوَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَا فَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوا السَّلَامَ بَيْنَكُمْ۔

(مسلم جلد ا کتاب الایمان)

ترجمہ:۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم جنت میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں بن سکتے جب تک تم ایک دوسرے سے محبت نہ کرو۔ کیا میں تمہیں ایک بات نہ بتاؤں کہ اگر تم اس پر عمل کرو تو تم ایک دوسرے سے محبت کرنے لگ جاؤ اور وہ یہ کہ تم کثرت سے ایک دوسرے کو السّلام علیکم کہا کرو۔

نیز آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے مومنوں کو ایک دوسرے پر رحم کرنے اور آپس میں محبت و احسان کا سلوک کرنے میں ایک جسم قرار دیا ہے گویا کہ وہ تمام کے تمام ایک ہی جسم کے اعضاء ہیں۔ چنانچہ حضرت نعمان بن بشیرؓ روایت کرتے ہیں:۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَرَى الْمُؤْمِنِيْنَ فِيْ تَرَاحُمِهِمْ وَ تَوَادِّهِمْ وَتَعَاطُفِهِمْ كَمَثَلِ الْجَسَدِ اِذَا اشْتَكٰى عُضْوٌ تَدَاعٰى لَهٗ سَائِرُ جَسَدِهٖ بِالسَّهَرِ وَالْحُمّٰى ۔
(بخاری کتاب الادب ۔ مسلم کتاب البرّ والصّلة)

ترجمہ:۔ حضورؐ نے فرمایا کہ تُو مومنوں کو باہم ایک دوسرے پر رحم کرنے اور محبّت و احسان کرنے میں ایک جسم کی طرح پائے گا کہ جب اس جسم کا ایک عُضو تکلیف محسوس کرے تو جسم کے تمام اعضاء اس بیمار عُضو کی وجہ سے ایک دوسرے کو بے خوابی اور بُخار کی دعوت دیتے ہیں یعنی سب کے سب ہی بے قرار ہو جاتے ہیں۔

اِس اسلامی تعلیم کا اثر اور اخوّتِ اسلامیہ کا نمونہ اور مظاہرہ ہمیں آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں نظر آتا ہے۔ جب مہاجرینِ مکّہ اپنا سب مال و متاع اپنے وطن میں چھوڑ کر بے سرو سامانی کی حالت میں ہجرت کرکے مدینہ آئے تو انصار نے ان کے ساتھ حقیقی بھائیوں سے بڑھ کر سلوک کیا اور کوئی دقیقہ انکی مہمان نوازی کا اُٹھا نہ رکھا اور اس رشتۂ اخوّت کو اَور بھی مضبوط کرنے کے لئے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے یہ تجویز فرمائی کہ انسؓ بن مالک کے مکان پر انصار اور مہاجرین کو جمع کیا اور باہم مناسبت کو مدّنظر رکھتے ہوئے دو دو کا جوڑا بنا کر انصار و مہاجرین کے کم و بیش نوّے اشخاص کے درمیان باقاعدہ رشتۂ اخوّت قائم کر دیا۔ اس سلسلۂ مواخاۃ پر طرفین کی طرف سے جس محبّت اور اخلاص اور وفاداری کے ساتھ عملدرآمد ہوُا وہ آجکل کی حقیقی اخوّت کو بھی شرماتا ہے۔ انصار و مہاجرین بھائی بھائی کیا بنے گویا ایک جان دو قالب ہو گئے۔ پہلی تجویز اس رشتۂ اخوّت کے قیام کے بعد انصار نے یہ کی کہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ درخواست پیش کی کہ آپؐ ہمارے باغات کو ہم میں اور ہمارے بھائیوں میں تقسیم فرما دیں لیکن چونکہ مہاجرین عموماً تجارت پیشہ تھے اور کھیتی باڑی کے کام سے قطعاً ناواقف تھے بلکہ مکّہ والے تو اس کام کو پسند بھی نہیں کرتے تھے اِس لئے پھر انصار نے خود ہی یہ تجویز پیش کی کہ باغات کا انتظام اور محنت ہم کریں گے مگر محاصل میں سے مہاجرین کو حِصّہ مِل جایا کرے۔ چنانچہ اسی کے مطابق عمل ہوتا رہا حتّٰی کہ آہستہ آہستہ مہاجرین کی تجارتیں جن میں وہ مدینہ میں آکر مشغول ہو گئے تھے چل نکلیں اور ان کی اپنی جائیدادیں بھی بن گئیں اور انصار کی طرف سے اس امداد کی ضرورت نہ رہی۔ اس مواخاۃ کے موقع پر حضرت عبد الرحمٰن بن عوفؓ سعد بن الربیعؓ انصاری کے بھائی بنے تھے۔ حضرت سعدؓ نے اپنا سارا مال و متاع نصف نصف گِن کر عبد الرحمٰن بن عوفؓ کے سامنے رکھ دیا اور جوشِ محبّت میں یہاں تک کہہ دیا کہ میری دو بیویاں ہیں مَیں ان میں سے ایک کو طلاق دے دیتا ہوں

اور اس کی عدّت گزرنے پر تم اس کے ساتھ شادی کر لینا۔ یہ سعدؓ کی طرف سے جوشِ محبّت کا ایک بے اختیارانہ اظہار تھا ورنہ وہ اور عبدالرحمانؓ جانتے تھے کہ ایسا نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوفؓ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور ان کے لئے دُعا کرتے ہوئے کہا خدا یہ سب کچھ تمہیں مبارک کرے مجھے صرف بازار کا رستہ بتا دو۔ چنانچہ عبدالرحمان بن عوفؓ نے تجارت شروع کی۔ اور چونکہ وہ ہوشیار اور محنتی آدمی تھے اِس لئے انہوں نے تجارت میں خوب ترقی کی اور تھوڑے ہی عرصہ میں وہ امیر کبیر آدمی بن گئے اور مدینہ کی ایک انصاری لڑکی سے انہوں نے شادی کر لی۔

اِس موقعہ پر یہ بات برمحل ہو گی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرمودات حضورؑ کی کتب اور ملفوظات سے باہمی اخوّت کے سلسلہ میں پیش کئے جائیں۔ حضورؑ فرماتے ہیں:۔

(۱) "ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آئے گی جب تک وہ آپس میں سچی ہمدردی نہ کریں جو پوری طاقت دیا گیا ہے وہ کمزور سے محبت کرے۔ مَیں جو یہ سُنتا ہوں کہ کوئی کسی کی لغزش دیکھتا ہے تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے۔ حالانکہ چاہیئے تو یہ کہ اس کے لئے دُعا کرے۔ محبّت کرے اور اسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے مگر بجائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا ہے۔ اگر عفو نہ کیا جائے۔ ہمدردی نہ کی جاوے۔ اِس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرکے چشم پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو الگ سمجھا یا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بناتا ہے تو کیا بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؟ دُنیا کے بھائی اخوّت کا طریق نہیں چھوڑتے۔ مَیں مرزا نظام الدین وغیرہ کو دیکھتا ہوں کہ انکی اباحت کی زندگی ہے۔ مگر جب کوئی معاملہ ہو تو تینوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ فقیری بھی الگ نہ جاتی ہے۔ بعض وقت انسان جانور۔ بندر یا کُتّے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی پھُوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہؓ کو بھی یہی طریق نعمت واخوّت یاد دلائی ہے۔ اگر وہ سونے کے پہاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوّت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اِسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوّت وہ یہاں قائم کرے گا۔ خدا تعالیٰ پر مجھے بہت بڑی امیدیں ہیں۔ اُس نے وعدہ کیا ہے۔ جاعل الذین اتبعوك فوق الذین کفروا الیٰ یوم القیامة۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک مُنکروں پر غالب رہے گی۔ مگر یہ دِن جو ابتلا کے دِن ہیں اور کمزوری کے ایام

ہیں ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسروں کا شکوہ کرنا۔ دِل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے ایک دوسرے کے دل کو صدمہ پہنچانا اور کمزوروں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔"

(۲) " اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوّت قائم ہوئی ہے پچھلے سلسلے منقطع ہوگئے ہیں۔ خدا تعالےٰ نے یہ نئی قوم بنائی ہے جس میں امیر غریب بچے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزّت کریں۔ اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ جُدا جُدا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔ بدکاری، فِسق و فجور سب گناہ ہیں۔ مگر یہ ضرور دیکھا جاتا ہے کہ شیطان نے جو یہ جال پھینکا ہے اس سے بجز خدا کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ بعض وقت یونہی جھُوٹ بول دیتا ہے مثلاً بازیگر نے دس ہاتھ چھلانگ ماری ہو تو محض دوسروں کو خوش کرنے کے لئے یہ بیان کر دیتا ہے کہ چالیس ہاتھ ماری ہے۔ اِس قِسم کی شرارتیں شیطان نے پھیلا رکھی ہیں اسلئے چاہیئے کہ تمہاری زبانیں تمہارے قابو میں ہوں۔ ہر قِسم کے لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرنے والی ہوں۔ درویش۔ مولوی۔ قِصّہ گو۔ واعظ اپنے بیانات کو سجانے کے لئے خدا سے نہ ڈر کر جھُوٹ بول دیتے ہیں۔ اور اِس قِسم کے اَور بہت سے گناہ ہیں جو مُلک میں کثرت کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔"

(ملفوظات جلد ۳ صـــ ۳۴۹ - ۳۵۰)

(۳) " اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوّت اور محبّت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر قِسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزّت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچّی صُلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آجاؤ۔ اللہ تعالےٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد اوّل صـــ ۲۶۷)

" مجھے معلوم ہُوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اِس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد توبہ نصوح کر کے پھر بھی اِیسے کج دِل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبّر کے سیدھے مُنہ سے السلام علیک نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خُلقی اور ہمدردی سے پیش آویں

اور انہیں سفلہ اور خود غرض اِس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنیٰ ادنیٰ خود غرضی کی بناء پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دِلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔ اور اگرچہ نجیب اور سعید بھی ہماری جماعت میں بہت بلکہ یقیناً دو سَو سے زیادہ ہی ہیں جن پر خدا تعالیٰ کا فضل ہے جو نصیحتوں کو سُنکر روتے اور عاقبت کو مقدّم رکھتے ہیں اور ان کے دِلوں پر نصیحتوں کا عجیب اثر ہوتا ہے لیکن مَیں اِس وقت کج دِل لوگوں کا ذکر کرتا ہوں اور مَیں حیران ہوتا ہوں کہ خدایا یہ کیا حال ہے یہ کونسی جماعت ہے جو میرے ساتھ ہے نفسانی لالچوں پر کیوں ان کے دِل گرے جاتے ہیں اور کیوں ایک بھائی دوسرے بھائی کو ستاتا اور اس سے بلندی چاہتا ہے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدّم نہ ٹھہرا دے۔ اگر میرا ایک بھائی میرے سامنے باوجود اپنے ضُعف اور بیماری کے زمین پر سوتا ہے اور مَیں باوجود اپنی صحت اور تندرستی کے چارپائی پر قبضہ کرتا ہوں تا وہ اس پر بیٹھ نہ جاوے تو میری حالت پر افسوس ہے اگر مَیں نہ اُٹھوں اور محبّت اور ہمدردی کی راہ سے اپنی چارپائی اس کو نہ دوں اور اپنے لئے فرشِ زمین پسند نہ کروں۔ اگر میرا بھائی بیمار ہے اور کسی درد سے لاچار ہے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں اس کے مقابل پر امن سے سو رہوں اور اس کے لئے جہاں تک میرے بس میں ہے آرام رسانی کی تدبیر نہ کروں۔ اور اگر کوئی میرا دینی بھائی اپنی نفسانیّت سے مجُھ سے کچھ سخت گوئی کرے تو میری حالت پر حیف ہے اگر مَیں بھی دیدہ و دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں بلکہ مجھے چاہیئے کہ مَیں اُس کی باتوں پر صبر کروں اور اپنی نمازوں میں اس کے لئے رو رو کر دُعا کروں کیونکہ وہ میرا بھائی ہے اور روحانی طور پر بیمار ہے۔ اگر میرا بھائی سادہ ہو یا کم علم یا سادگی سے کوئی خطا اس سے سرزد ہو تو مجھے نہیں چاہیئے کہ مَیں اُس سے ٹھٹھا کروں یا چیں بہ جبیں ہو کر تیزی دکھاؤں یا بدنیّتی سے اس کی عیب گیری کروں کہ یہ سب ہلاکت کی راہیں ہیں۔ کوئی سچّا مومن نہیں ہو سکتا جب تک اُس کا دِل نرم نہ ہو، جب تک وہ اپنے تئیں ہر یک سے ذلیل تر نہ سمجھے اور ساری مشیختیں دُور نہ ہو جائیں۔ خادم القوم ہونا مخدوم بننے کی نشانی ہے اور غریبوں سے نرم ہو کر اور جُھک کر باتیں کرنا مقبولِ الٰہی ہونے کی علامت ہے اور بدی کا نیکی کے ساتھ جواب دینا سعادت کے آثار ہیں اور غُصّہ کو کھا لینا اور تلخ بات کو پی جانا نہایت درجہ کی جوانمردی ہے۔ مگر مَیں دیکھتا ہوں کہ یہ باتیں ہماری جماعت کے بعض لوگوں میں نہیں بلکہ بعض میں ایسی بے تہذیبی ہے کہ اگر ایک بھائی ضد سے اس کی چارپائی پر بیٹھا ہے تو وہ سختی سے اس کو اُٹھانا چاہتا ہے اور اگر نہیں اُٹھتا تو چارپائی کو اُلٹا دیتا ہے اور اُس کو نیچے

گراتا ہے۔پھر دوسرا بھی فرق نہیں کرتا اور اس کو گندی گالیاں دیتا ہے اور تمام بخارات نکالتا ہے۔یہ حالات ہیں جو اس مجمع میں مشاہدہ کرتا ہوں ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

(شہادۃ القرآن التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء ص۲)

(۴) "پس اے نادانو خوب سمجھو اے غافلو خوب سوچ لو کہ بغیر سچی پاکیزگی ایمانی اور اخلاقی اور اعمالی کے کسی طرح رہائی نہیں۔اور جو شخص ہر طرح سے گندہ رہ کر پھر اپنے تئیں مسلمان سمجھتا ہے وہ خدا تعالےٰ کو نہیں بلکہ وہ اپنے تئیں دھوکا دیتا ہے۔اور مجھے اُن لوگوں سے کیا کام جو سچے دِل سے دینی احکام اپنے سَر پر نہیں اُٹھا لیتے اور رسولِ کریمؐ کے پاک جُوئے کے نیچے صدق دِل سے اپنی گردنیں نہیں دیتے اور راستبازی کو اختیار نہیں کرتے اور فاسقانہ عادتوں سے بیزار نہیں ہونا چاہتے اور ٹھٹھے کی مجالس کو نہیں چھوڑتے اور ناپاکی کے خیالوں کو ترک نہیں کرتے اور انسانیت اور تہذیب اور صبر اور نرمی کا جامہ نہیں پہنتے بلکہ غریبوں کو ستاتے اور عاجزوں کو دھکے دیتے اور اکڑ کر بازاروں میں چلتے اور تکبر سے کرسیوں پر بیٹھتے ہیں اور اپنے تئیں بڑا سمجھتے ہیں۔اور کوئی بڑا نہیں مگر وہی جو اپنے تئیں چھوٹا خیال کرے۔مبارک وہ لوگ جو اپنے تئیں سب سے زیادہ ذلیل اور چھوٹا سمجھتے ہیں اور شرم سے بات کرتے ہیں اور غریبوں اور مسکینوں کی عزت کرتے اور عاجزوں کو تعظیم سے پیش آتے ہیں اور کبھی شرارت اور تکبر کی وجہ سے ٹھٹھا نہیں کرتے اور اپنے ربِ کریم کو یاد رکھتے ہیں اور زمین پر غریبی سے چلتے ہیں۔سو میں بار بار کہتا ہوں کہ ایسے ہی لوگ ہیں جن کے لئے نجات طیار کی گئی ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔سو افسوس ہزار افسوس کہ اِن باتوں کا کچھ بھی اثر میں ان میں نہیں دیکھتا مگر دُعا کرتا ہوں اور جب تک مجھ میں دمِ زندگی ہے کئے جاؤں گا اور دُعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ میری اِس جماعت کے دِلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دِل اپنی طرف پھیر دے اور تمام شرارتیں اور کینے ان کے دِلوں سے اُٹھا دے اور باہمی سچی محبت عطا کر دے۔اور میں یقین رکھتا ہوں کہ یہ دُعا کسی وقت قبول ہو گی اور خدا میری دُعاؤں کو ضائع نہیں کرے گا۔ہاں میں یہ بھی دُعا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص میری جماعت میں خدا تعالےٰ کے عِلم اور ارادہ میں بدبخت ازلی ہے جس کے لئے یہ مقدر ہی نہیں کہ سچی پاکیزگی اور خدا ترسی اس کو حاصل ہو تو اس کو اے قادر خدا میری طرف سے بھی مُنحرف کر دے جیسا کہ وہ تیری طرف سے مُنحرف ہے اور اس کی جگہ کوئی اور لا جس کا دل نرم اور جس کی جان میں تیری طلب ہو۔اَب میری یہ حالت ہے کہ بیعت کرنے والے سے مَیں ایسا ڈرتا ہوں جیسا کہ کوئی شیر سے اِسی وجہ سے کہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی دُنیا کا کیڑا رہ کر میرے ساتھ پیوند کرے۔پس التوائے جلسہ کا ایک یہ سبب ہے جو میں نے بیان کیا۔"

(شہادۃ القرآن التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء ص۲)

(۵) "تم اگر چاہتے ہو کہ آسمان پر تم سے خدا راضی ہو تو تم باہم ایسے ایک ہو جاؤ جیسے ایک پیٹ سے دو بھائی۔ تم میں سے زیادہ بزرگ وہی ہے جو زیادہ اپنے بھائی کے گناہ بخشتا ہے اور بدبخت ہے وہ جو ضد کرتا ہے اور نہیں بخشتا سو اُس کا مجھ میں حصّہ نہیں۔"

(کشتی نوح صہ ۱۲)

حمایتِ اسلام کی ایک بڑی بُنیاد

حضرت مسیح موعود علیہ الصّلوٰۃ والسّلام فرماتے ہیں:۔

"چونکہ خدا تعالیٰ کا وعدہ تھا کہ میری نسل میں سے ایک بڑی بنیاد حمایتِ اسلام کی ڈالے گا اور اس میں سے وہ شخص پیدا کرے گا جو آسمانی رُوح اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لئے اس نے پسند کیا کہ اس خاندان کی لڑکی میرے نکاح میں لاوے اور اس سے وہ اولاد پیدا کرے جو ان نوروں کو جن کی میرے ہاتھ سے تخم ریزی ہوئی ہے دنیا میں زیادہ سے زیادہ پھیلاوے۔ اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح سادات کی دادی کا نام شہر بانو تھا اسی طرح میری یہ بیوی جو آئندہ خاندان کی ماں ہو گی اس کا نام نصرت جہاں بیگم ہے۔ یہ تفاؤل کے طور پر اِس بات کی طرف اشارہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے تمام جہان کی مدد کے لئے میرے آئندہ خاندان کی بنیاد ڈالی ہے۔"

(تریاق القلوب)

مغربی افریقہ میں اشاعت اسلام کی تاریخ

مکرم جناب نور محمد صاحب نسیم سیفی سابق رئیس التبلیغ مغربی افریقہ

"مغربی افریقہ میں اشاعتِ اسلام کی تاریخ" کے متعلق کچھ کہنے سے قبل دو ایک ضمنی باتیں بیان کرنی ضروری ہیں جو خالی از دلچسپی نہ ہونگی۔ مزید برآں اصل موضوع سے متعلق مختلف باتوں کے سمجھنے میں مدد بھی دیں گی۔

افریقہ کے نام کے متعلق کہا جاتا ہے کہ سب سے پہلے اس نام کو رومن لوگوں نے استعمال کیا تھا۔ لیکن یہ بات معلوم نہیں ہوسکی کہ اس نام کی وجہ تسمیہ کیا ہے۔ جو علاقہ رومن لوگوں کے پیش نظر تھا اور جسے ابتدائی طور پر افریقہ کہا گیا تھا وہ تو تھا کارتھیج (carthage) اور اس کا ماحول۔ لیکن اس علاقے کا افریقہ کے لفظ سے کیا جوڑ ہے۔ اور رومن لوگوں کے ذہن میں اس علاقے کو افریقہ کہنے کا خیال کیونکر آیا۔ یہ بات کسی تاریخ سے معلوم نہیں ہوسکی۔ (carthage) شمالی ساحل پر واقع تھا اور ۲۰۲ قبل مسیح میں رومن لوگوں نے اسے فتح کیا تھا۔ اگرچہ فتح کرنے کے بعد رومن لوگوں نے اس پر حکومت کرنے کو کبھی اہمیت نہ دی اور نہ ہی اس طرف توجہ کی۔ البتہ اس کے ایک حصہ کو جو بالکل سمندر کے ساحل کے ساتھ ساتھ تھا اپنے زیر اثر رکھا اور اس علاقے میں کچھ ہی عرصہ کے اندر اندر بارونق شہر نظر آنے لگے۔ کہا جاتا ہے کہ شہروں کی رونق تو صحرا کے اندرونی حصوں میں بھی نظر آنے لگی تھی اور اس کی وجہ یہ تھی کہ رومن انجینیروں نے صحرا کے خاصے حصہ کو پانی مہیا کرکے گل و گلزار بنا دیا تھا۔

جہاں تک مغربی افریقہ کا تعلق ہے جس کی اسلامی تاریخ فی الوقت ہم بیان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آج کا مغربی افریقہ اور آج سے سینکڑوں سال قبل کا مغربی افریقہ علاقہ کے لحاظ سے تو بے شک مختلف نہ تھا لیکن جہاں تک ملکی تقسیم کا تعلق ہے کہا جاسکتا ہے کہ پرانے اور موجودہ مغربی افریقہ میں بہت ہی کم اشتراک پایا جاتا ہے۔ پہلے یہ علاقہ اس طرح ملکوں میں تقسیم نہ تھا جس طرح آج ہے مثلاً آج جب ہم مغربی افریقہ کا ذکر کرتے ہیں تو ہمارا مطلب نائیجیریا۔ نائیجر۔ ڈوہومی۔ ٹوگولینڈ۔ آئیوری کوسٹ۔ گنی۔ لائبیریا۔ سیرالیون۔ گیمبیا۔ سینیگال۔ مالی۔ اپر وولٹا وغیرہ ممالک سے ہوتا ہے۔ لیکن یہ تقسیم

تو بالکل تازہ ہے۔ گزشتہ زمانوں میں تو مختلف علاقوں میں مختلف لوگوں کے چھوٹے چھوٹے گروہ رہائش پذیر ہوتے تھے جو آہستہ آہستہ شمالی افریقہ کے زیر اثر قبائل میں تبدیل ہو گئے اور ان قبائل کے علاقوں کی تقسیم کوئی ایسی جغرافیائی حقیقت نہیں ہوتی تھی کہ اسے میلوں میں ناپا جا سکے۔ سوائے اس کے کہ کبھی ایک قبیلہ نے دوسرے قبیلہ کو دھکیل کر ذرا سا پرے ہٹا دیا اور اپنے لئے زیادہ جگہ بنا لی اور کبھی ایک اور قبیلے نے ایک دوسرے قبیلہ پر حملہ کر کے اپنے علاقہ کو بھی وسیع کر لیا اور دوسرے قبیلہ کو بھی اپنے زیر نگیں کر لیا۔ پس جب ہم مغربی افریقہ میں اسلام کی تاریخ کے موضوع پر بات کرتے ہیں تو ہمیں اس بات کو مدِ نظر رکھنا پڑتا ہے کہ اگرچہ ہم اس علاقہ کا ذکر کر رہے ہوتے ہیں جسے آج کے مختلف ممالک میں تقسیم کیا جا چکا ہے۔ لیکن ان ممالک کا نام ایک لمبے عرصہ تک ہمارے سامنے نہیں آتا۔ اگر آپ مغربی افریقہ کی تاریخ کے مختلف ادوار کے نقشے دیکھیں تو یوں معلوم ہوگا کہ گویا ہر دفعہ کسی نئے ہی علاقے کی بات ہو رہی ہے۔ بہرحال یہ دو باتیں جو ہم نے بیان کی ہیں یہ ضمنی ہیں اور ان کا بیان کرنا اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے تاکہ اس علاقے کی تاریخ اسلام سمجھنے میں آسانی رہے اور کوئی گنجلک نہ پیدا ہو۔

مغربی افریقہ کا آپ یہ حدودِ اربعہ ذہن میں رکھیں اس کے مغرب اور جنوب میں بحرِ اوقیانوس ہے، شمال میں صحرا ہے اور مشرق میں نائیجیریا کے مشرقی حصہ کی آخری حد۔ البتہ یہ بات ضرور ہے کہ صرف اتنا کہہ دینا کہ شمال میں صحرا ہے اور مشرق میں نائیجیریا کے مشرقی حصہ کی آخری حد' کافی نہیں ہے۔ آپ یوں سمجھ لیں کہ نائیجیریا کا ملک بھی اس حدود اربعہ کے اندر ہی ہے اور مشرق میں آپ کیمرون کو شامل کر سکتے ہیں۔ مغرب اور جنوب کی حدود تو بہرحال متعین ہی ہیں کیونکہ وہ تو ساحلِ سمندر ہے۔

اس حدود اربعہ کے علاوہ ایک اور بات بھی ایسی ہے جس سے مغربی افریقہ کے علاقے کو دوسرے علاقوں سے ممیز کیا جا سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دراصل حبشیوں کی اصل رہائش گاہ مغربی افریقہ ہی ہے۔ عربوں نے اس علاقہ کو بلاد السودان یعنی سیاہ فام لوگوں کا علاقہ قرار دیا تھا۔ اب ہم جانتے ہیں کہ دریائے نیل سے لگتا ہوا ایک ملک بھی سوڈان کہلاتا ہے۔ لیکن اس ملک کا نام سوڈان یورپین لوگوں نے رکھا تھا۔ ورنہ دراصل بلاد السودان مغربی افریقہ ہی کا علاقہ ہے۔ اور وہ اس لئے کہ حقیقی حبشی اسی علاقے کے شہری ہیں۔

حبشی اقوام کے متعلق یہ بات قابلِ ذکر ہے کہ تاریخ میں تین ہزار قبل مسیح میں بھی ان کا ذکر آتا ہے اور یہ ذکر مصریوں کے آثارِ قدیمہ میں جو تصاویر ہیں ان کے ذریعہ ملتا ہے۔ لیکن جہاں تک لکھی ہوئی تاریخ کا تعلق ہے حبشیوں کے اوائل ایام کی کوئی تاریخ نہیں ملتی۔ یہ لوگ ہمیشہ لکھنے لکھانے سے بے نیاز رہے ہیں اور جو کچھ خود ان کو اپنے متعلق معلوم ہے وہ سینہ بہ سینہ یاد رکھی جانے والی حکایات ہیں جن پر تاریخی انحصار نہیں کیا جا سکتا۔ البتہ جب

شمالی افریقہ نے مغربی افریقہ پر اثر انداز ہونا شروع کیا تو حبشیوں کی لکھی ہوئی تاریخ بھی محفوظ کی جانے لگی۔ حقیقت تو یہ ہے کہ مغربی افریقہ کے حبشیوں کی زندگی میں شمالی افریقہ نے نہ صرف مذہبی طور پر بلکہ سماجی اور سیاسی طور پر بھی نہایت مفید اور دیرپا انقلاب برپا کئے۔ اگر شمالی افریقہ کے لوگ اپنے نفوذ کے ذریعہ مغربی افریقہ کو ترقی کی راہ پر گامزن نہ کرتے تو مغربی افریقہ واقعی ایک لمبے عرصہ تک تاریکی میں ہی غرق رہتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا جا چکا ہے۔ اس علاقہ میں پرانے زمانے میں لوگ صرف چھوٹے چھوٹے علاقوں میں اپنے اپنے خاندانی تعلقات ہی کی بناء پر رہائش پذیر تھے۔ ملک تو کجا قبیلے بھی ابھی تک نہ بنے تھے۔ گویا ان کا سماجی دائرہ نہایت مختصر سا تھا۔ شمالی افریقہ کے باشندوں نے ہی ان لوگوں کو مجتمع کر کے قبیلوں اور پھر ملکوں کی سیاست گری سے آگاہ کیا۔

مغربی افریقہ میں اسلام کا ابتدائی نفوذ

اس علاقہ میں اسلام کے نفوذ سے قبل اہل عرب شمالی افریقہ سے تجارتی تعلقات استوار کئے ہوئے تھے۔ اور خاص طور پر شمالی افریقہ کے مسلمان ہو جانے کے بعد تو یہ تجارتی تعلقات اور بھی مستحکم ہو گئے تھے۔ شمالی افریقہ میں ٹریپولی Tripoli ۶۴۳ء میں اور مراکش ۱۰۶۲ء میں مسلمانوں کے قبضہ میں آ چکے تھے اور مشرق وسطی کے عرب صحرا میں سے گزر کر جس کا یہ مطلب ہے کہ مغربی افریقہ کے بعض علاقوں میں سے ہو کر شمالی افریقہ جایا کرتے تھے۔ اسی طرح شمالی افریقہ کے لوگ فریضۂ حج کی ادائیگی کے لئے مغربی افریقہ میں سے ہو کر جایا کرتے تھے۔ تاریخ دانوں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ شمالی افریقہ کے مسلمانوں کا فریضہ حج کے لئے جانا مغربی افریقہ میں اسلام کو روشناس کرانے اور لوگوں کی اسلام کی طرف توجہ مبذول کرانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ تھا۔ ۱۰۳۵ء میں شمالی افریقہ کے زیریں علاقے کا ایک بادشاہ جس کا نام یحیٰ تھا حج پر گیا تو واپسی پر تبلیغ اسلام کے لئے وہاں سے ایک عالم کو جن کا نام عبداللہ ابن یاسین تھا اپنے ساتھ واپس لے آیا۔ عبداللہ ابن یاسین نے اپنے فریضہ کی سرانجام دہی کے سلسلہ میں یہ ضروری سمجھا کہ پہلے مسلمانوں کو تو صحیح اور باعمل مسلمان بنا لیا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس بات پر زور دینا شروع کیا کہ شرع کی پابندی سختی سے کی جائے۔ جیسا کہ اکثر ہوتا ہے۔ اس بات نے عبداللہ ابن یاسین کے بہت سے مخالف پیدا کر دیئے۔ اور عام طور پر لوگ ان سے نفرت کرنے لگے۔ چند ایک لوگ جو ان کے ہم خیال تھے ان کے مشورہ کے ساتھ عبداللہ ابن یاسین نے اپنا علاقہ چھوڑ کر سینیگال کے ایک چھوٹے سے گاؤں میں رہائش اختیار کر لی۔ اور وہاں سے لوگوں کو اسلام کی طرف بلانے اور ان کی مذہبی اصلاح کا کام شروع کر دیا۔ کہا جاتا ہے کہ ہزاروں لوگ ان کے مرید ہو گئے۔ ان مریدوں کو انہوں نے مزید علاقوں میں تبلیغ کے لئے تیار کیا۔ انہیں مرابطی کا نام دے کر (انگریزی میں Almoravids) مختلف علاقوں میں بھجوا دیا۔ کہ جہاں بھی جائیں اسلام کا پیغام پہنچائیں۔ اور ان لوگوں کو آستانۂ الوہیت پر سجدہ ریز

کرائیں۔ حق پرستوں کی فتح تو یقینی ہوتی ہے اور جب حق پرست محض للہ دنیا کی بھلائی کا بیڑا اٹھالیں۔ تو اللہ تعالےٰ کی مدد بھی انہیں معجزانہ رنگ میں حاصل ہونے لگتی ہے۔ چنانچہ عبداللہ ابن یاسین اور ان کے مریدوں کو غیر معمولی طور پر کامیابی ہوئی۔ کہا جاسکتا ہے کہ حبشیوں کو کثیر تعداد میں اسلام میں داخل کرنے والا سب سے پہلا شخص عبداللہ ابن یاسین تھا۔

ہم نے شمالی افریقہ اور مغربی افریقہ کے تعلقات اور مغربی افریقہ پر شمالی افریقہ کے مذہبی، سماجی اور سیاسی اثر کا ذکر کیا ہے۔ اب یہاں ایک دلچسپ بات بیان کی جاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ شمالی افریقہ بھی پہلے سارے کا سارا عیسائی تھا لیکن مسلمانوں نے جو اسلام کی تبلیغ کے جذبہ سے معمور تھے اور اس کوشش میں تھے کہ جلد سے جلد دنیا کا ہر گوشہ اسلام کی روشنی سے منور ہوجائے۔ یہ شمالی افریقہ کی عیسائیت کو جس طرح مغلوب کیا۔ وہ ایک عیسائی مصنف ہی کی زبانی سنیئے۔ مسٹر ڈبلیو ولسن کیش (Mr. W. Wilson Cash. D.S.O.B.B.E) اپنی کتاب "توسیع اسلام" (Expansion of Islam) میں لکھتے ہیں:

"سارے کا سارا شمالی افریقہ ساتویں صدی عیسوی میں عیسائی تھا۔ لیکن مسلمانوں نے نہ صرف ملک فتح کرلیا بلکہ وہاں کی عیسائیت کو بھی مکمل طور پر جڑ سے اکھیڑ کر رکھ دیا۔ یہ ایک چکرا دینے والی بات ہے کہ یہاں کا چرچ (یعنی عیسائی قوم) جو سکی علم اور مضبوط نظام اور علماء دین کے لئے خاص شہرت رکھتا تھا اسے ملیامیٹ کر دیا گیا۔ اسے فخر تھا اپنے ٹرٹولین پر۔ اپنے سیرین پر اور اپنے سینٹ آگسٹین پر۔ وینڈلوں کے مظالم کے باوجود یہ قائم رہا مشرکوں کے حملہ کا اس نے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ لیکن آہستہ آہستہ مسلمانوں کے پروپیگنڈہ (یعنی تبلیغ) کے آگے اس کی دھجیاں اڑ گئیں"۔ ص۱۶۸)

یہی مصنف لکھتا ہے کہ گیارھویں صدی تک سارے کا سارا شمالی افریقہ مسلمان ہو چکا تھا۔ مشہور مدارس جن میں قرآن کریم کی تعلیم دی جاتی تھی قائم ہو چکے تھے اور فریضۂ حج کی ادائیگی اسلام کی وسعت کا ایک اچھا خاصہ ذریعہ بن چکی تھی۔

عبداللہ ابن یاسین (جن کا پہلے ذکر کیا جاچکا ہے) کے مریدوں کے زیر اثر مغربی افریقہ کی تین زبردست سلطنتوں نے اپنے اپنے وقت پر نہایت قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ یہ سلطنتیں تھیں، غانا۔ مالی اور سونگھے (Ghana, Malle Songhay) اب ہم ان تینوں سلطنتوں کا الگ الگ ذکر کریں گے کیونکہ مغربی افریقہ میں اسلام کی تاریخ دراصل ان تین سلطنتوں کے اتار چڑھاؤ کا نام ہے۔

غانا کی اسلامی سلطنت اور اس کی خوشحالی

سب سے پہلے ہم غانا کو لیتے ہیں۔ کیونکہ یہی ان تینوں سلطنتوں میں سب سے پرانی سلطنت ہے۔ ایک ہسپانوی عرب البکری نے 1068 A.D. نے آج سے قریباً ایک ہزار سال قبل جغرافیہ کی ایک کتاب تصنیف کی تھی۔ جس میں انہوں نے غانا کا ذکر کسی قدر تفصیل سے کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ غانا سلطنت کے دارالخلافہ کا نام بھی غانا ہی تھا۔ اس دارالخلافہ کے دو حصے تھے۔ ایک حصہ میں مسلمان رہائش پذیر تھے (اور یہ لوگ دراصل غیر ملکی تھے) اور دوسرے حصہ میں لامذہب لوگ (pagan) شہر کے مسلمان حصہ میں بارہ مساجد تھیں اور متعدد مدارس تھے اور یہی حصہ دراصل ملک کی تجارات کا مرکز بھی تھا۔ اس مصنف کے زمانے میں جو بادشاہ حکومت کرتا تھا وہ لامذہب تھا لیکن اس کے اکثر وزراء مسلمان تھے اور اس نے مسلمانوں کے لئے اپنے محل میں بھی ایک مسجد تعمیر کروائی ہوئی تھی۔

۱۰۷۶ء میں شمالی افریقہ کے قدرے سفید فام لوگوں نے غانا پر حملہ کر کے اسے فتح کر لیا۔ اور ان فاتح لوگوں کی تبلیغ اور ان کی عملی زندگی کی پاکیزگی کو دیکھ کر وہاں کے اکثر لوگ مسلمان ہو گئے۔ یہاں یہ ذکر کر دینا خالی از دلچسپی نہ ہوگا کہ ٹمبکٹو کا شہر جو ایک لمبے عرصہ تک دنیا کے مشہور ترین شہروں میں شمار ہوتا رہا ہے۔ ایک غلام عورت کے نام پر بسا تھا۔

مغربی افریقہ میں مختلف قبائل میں ایسی روایات مشہور ہیں جو اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ کہ ان کے آباؤ اجداد مشرقی ممالک یعنی عرب یا فارس سے ہجرت کر کے مغربی افریقہ میں پہنچے تھے۔ مثلاً نائیجیریا کے یوروبا لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ مکہ مکرمہ سے چل کر مغربی افریقہ آئے تھے۔ اسی طرح غانا کے لوگ جن کا ہم اس وقت ذکر کر رہے ہیں (نہ کہ موجودہ غانا جو چند سال قبل گولڈ کوسٹ کہلاتا تھا) سمجھتے تھے کہ وہ میسوپوٹیمیا (Mesopotamia) سے ہجرت کر کے اس نئے علاقے میں آئے تھے اور انہیں میں سے بعض کا خیال تھا کہ وہ دراصل فارس کے رہنے والے ہیں اور کسی سیاسی یا سماجی دباؤ کے ماتحت اس علاقے یعنی فارس کو ترک کر کے مغربی افریقہ کو اپنا مسکن بنانے پر مجبور ہو گئے تھے۔ مؤرخین کا خیال ہے کہ غانا کے لوگوں کے یہ خیالات نہ درست ثابت کئے جا سکتے ہیں اور نہ ہی ان کی تردید میں کوئی دلائل موجود ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ بات عین ممکن ہے کہ وہ دراصل فارس یا ایسے ہی کسی اور علاقے کے رہنے والے ہوں۔ بہر حال ۱۰۶۷ء میں غانا ایک نہایت آسودہ حال مملکت تصور کیا جاتا تھا۔ اور عرب ممالک کے بعض مصنفین نے اس مملکت کے متعلق اچھے خیالات کا اظہار کیا تھا۔ آسودہ حال لوگوں میں اکثریت مسلمانوں کی تھی بلکہ یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ آسودہ حال

طبقہ مسلمانوں ہی کا تھا۔ مغربی افریقہ کے مشرقی حصہ سے لے کر اس کے مغربی حصہ کی آخری حد تک تجارت فروغ پر تھی۔ زیادہ تر سونا۔ کھالیں۔ ہاتھی دانت۔ کولانٹ۔ گوندیں اور شہد کی تجارت ہوتی تھی۔ جوار اور کپاس کی بھی دوسرے علاقوں میں بڑی مانگ تھی۔

غانا کے متعلق یہ بات بھی دلچسپی سے خالی نہیں کہ اگرچہ ایک وقت میں غانا ایک شہر کا نام بھی تھا۔ اور ساری مملکت کا بھی۔ لیکن اس سے قبل غانا کا لفظ اس علاقے کے بادشاہ اپنے لقب کے طور پر استعمال کیا کرتے تھے۔

بعد میں آنے والا ایک شاہی خاندان سوننکے (Soninke) کہلاتا تھا۔ اور اس خاندان نے تقریباً دو سو سال تک غانا کو نہایت آسودہ حال میں رکھا اور تجارت کے فروغ میں مدد دی۔ تجارت زیادہ تر شمالی افریقہ سے تھی۔ جہاں کے مسلمان اکا دکا کر کے غانا میں آ کر آباد ہونے شروع ہوئے اور اس طرح جلد ہی وہاں مسلمانوں نے اپنا ایک شہر بسا لیا۔ یہ شہر (Soninke) کے دارالخلافہ سے صرف چند ہی میل کے فاصلہ پر تھا۔ لیکن اس کے بعد Soninke اور شمالی افریقہ کے بعض قبائل میں ذاتی چپقلش بہت زیادہ ہو گئی۔ شمالی افریقہ کے جو قبائل Soninke کے خاص طور پر خلاف تھے ان کا نام لم تونا (Lemtuna) اور گوڈالا (Goddala) تھا دراصل شمالی افریقہ کے ان قبائل اور غانا کے سوننکے دونوں ہی ایک دوسرے کے علاقے میں داخل ہو کر اپنی حکومت کو وسعت دینا چاہتے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ ۹۹۰ء کے قریب شمالی افریقہ نے (Soninke) کا ایک شہر جس کا نام آنڈاگھوسٹ (Andaghost) تھا اپنی مملکت میں شامل کر لیا تھا اور اس کے ساتھ تجارت کو اس قدر فروغ دیا تھا کہ یہ تجارت غانا کی تجارت کا کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرنے لگی۔ سوننکے نے اس شہر کو دوبارہ واپس حاصل کر لیا۔ جس کے نتیجہ میں لم تونا اور گوڈالا کے چیفس نے آپس میں اتحاد قائم کر لیا۔ اور کچھ عرصہ کے بعد یہ لوگ مسلمان ہو گئے۔ ۱۰۸۷ء کے بعد سوننکے خاندان کی بادشاہت زوال پذیر ہو گئی اور آہستہ آہستہ مسلمانوں کا اثر بڑھنے لگا۔

غانا اور بعد میں آنے والی دو سلطنتوں (مالی اور سونگھے) کا ذکر کرتے ہوئے ایک مصنف لکھتا ہے۔

"ان سلطنتوں کے سربراہوں نے فریضہ حج ادا کیا۔ مساجد تعمیر کروائیں اور افریقہ بھر میں اشاعت اسلام کے لئے خصوصی جہات چلائیں۔ افریقہ میں اسلام کی اس پہلی اشاعتی مہم کی اہمیت اہم پر اس بات سے بھی واضح ہو جاتی ہے۔ کہ سونگھے (Songhai) قبیلہ نے اپنی سلطنت کو نائیجیریا تک وسیع کر لیا۔ اور دو دریاؤں (یعنی نائیجیریا اور گیمبیا) کے درمیانی علاقہ پر قابض و حکمران ہو گئے۔ افریقہ میں اشاعت اسلام کے لئے ان لوگوں نے وہ خدمات سرانجام دی ہیں جو کسی

دوسرے کے حصہ میں نہیں آئیں۔" (توسیع اسلام ص۱۷۱)

غانا سلطنت کے ایام میں مختلف قبائل کے لوگوں کا اسلام میں داخل ہونا اس لئے خاص اہمیت کا حامل ہے کہ افریقہ میں درحقیقت اسلام کی طاقت کا آغاز یہیں سے ہوتا ہے۔ لیکن حقیقی طور پر طاقتور مسلمان بادشاہ اس سلطنت کے زوال اور دوسری سلطنتوں یعنی مالی (Melle) اور سونگھے کے قیام کے بعد ہمارے سامنے آتے ہیں۔

مالی کی وسیع و عریض سلطنت

غانا کے بعد اب مالی سلطنت کے متعلق بعض باتیں پیش کی جاتی ہیں۔ مورخین کا کہنا ہے کہ "مالی" لوگوں کے متعلق بھی صحیح اور یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ کب سے ہیں اور مغربی افریقہ میں کہاں سے آئے تھے۔ لیکن یہ بات یقینی ہے کہ جب یہ لوگ اس علاقے کے حکمران بنے تھے تو انہوں نے ثابت کر دیا تھا کہ یہ حکمرانی ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے۔ ان کی سلطنت ان سے پہلی اور بعد میں آنے والی سلطنتوں میں سے سب سے زیادہ طاقتور ثابت ہوئی۔ اور ان کا اثر و رسوخ اتنا بڑھا کہ اس علاقہ میں کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا۔

گیارھویں صدی عیسوی کے نصف کے قریب کانگھا (Kangha) کی مینڈنگو Mandingo سلطنت کے (جو کہ چھوٹی سی تھی) حکمرانوں نے اسلام قبول کیا۔ اور تیرھویں صدی کے اوائل میں انہوں نے اپنی سلطنت کو وسعت دینی شروع کی۔ جس بادشاہ نے اس چھوٹی سی سلطنت کو مالی کی عظیم سلطنت میں تبدیل کر دیا تھا۔ اس کا نام سنڈیاٹا (Sundiata) تھا۔ اس علاقے میں غالباً سب سے پہلا شخص جس نے باقاعدہ فوج کی بھرتی کی اور چند ہی سالوں میں نہ صرف اپنی سلطنت کو مضبوط کر لیا۔ بلکہ بعض دیگر اہم علاقے بھی فتح کر لئے۔ ان علاقوں میں سوسو (Sosso) کا علاقہ خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ کیونکہ سوسو بھی خاص اہم سلطنت تھی۔ نئی سلطنت یعنی مالی کا دارالخلافہ نیانا (Niani) تھا جسے ان ایام میں مالی کے نام سے بھی پکارا جاتا تھا۔ دراصل "مالی" کے معنی ہیں "ایسی جگہ جہاں بادشاہ رہائش پذیر ہو"

تیرھویں صدی کے اختتام سے قبل شمالی افریقہ کی ساری تجارت کا مرکز "مالی" بن چکا تھا۔ اور اس طرح اس سلطنت کو مزید وسعت کا موقعہ مل گیا۔ کہا جاتا ہے کہ ۱۲۳۵ء کے بعد سنڈیاٹا (Sundiata) نے تو کسی مہم میں حصہ نہیں لیا۔ لیکن وہ فوجی جرنیل جو اس کے زیر تربیت رہ چکے تھے وہی اس کے نام پر فتوحات پر فتوحات حاصل کرتے چلے گئے۔ اور ۱۵ - ۲۰ سالوں میں انہوں نے وہ علاقے (Wangara.

گئے جا سکے تھے مالی سلطنت میں شامل کر لئے گئے۔ (Bambuk & Bundu) جوغانا اور سوسو (Sosso) سلطنتوں میں بھی شامل نہ مالی خاندان کا سب سے زیادہ طاقتور اور مشہور بادشاہ (Mansa Musa) تھا جس نے ۱۳۰۷-۳۲ تک حکومت کی۔ یوں تو اس بادشاہ کے عہد کی بہت سی باتیں تاریخ میں محفوظ ہیں لیکن اس کا ایک حج خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ تاریخ دانوں کے نزدیک اس حج نے اسلام کی اشاعت میں بہت زیادہ مدد دی تھی۔ یہ ۱۳۲۴ء کی بات ہے اور جس جس علاقے میں منسیٰ موسیٰ اور ان کے ساتھی گزرے۔ وہ سب اس قافلہ کی شوکت کو دیکھ کر انگشت بدنداں رہ گئے منسیٰ موسیٰ کے ساتھ ۶۰ ہزار آدمیوں کا قافلہ تھا۔ ان میں سے ۱۲۰۰۰ نوجوان لباس فاخرہ میں ملبوس تھے۔ زادِ راہ کے لئے اور راستہ میں غرباء میں تقسیم کرنے کے لئے جو رقم انہوں نے ہمراہ لی۔ وہ آجکل کے تیس لاکھ پونڈ (یعنی چھ کروڑ روپیہ) کے برابر تھی۔ عام طور پر وہ جمعہ کے روز قیام کرتے تھے اور جہاں جہاں انہوں نے قیام کیا وہاں مساجد تعمیر کروائیں۔ Al Omari جو منسیٰ موسیٰ کے حج کے بارہ سال بعد مصر میں موجود تھے لکھتے ہیں کہ لوگوں میں منسیٰ موسیٰ کا چرچا عام تھا اور لوگ اکثر ان کی باتیں کرتے تھے۔ مکہ مکرمہ میں منسیٰ موسیٰ کی ایک ہسپانوی عرب ماہر تعمیر سے ملاقات ہوئی۔ جسے وہ واپسی پر اپنے ساتھ لے گئے اور ان سے اپنا محل اور مساجد تعمیر کروائیں۔ کہا جاتا ہے کہ ٹمبکٹو میں جو مسجد اس ماہر تعمیر نے بنائی تھی وہ سینکڑوں سالوں کے بعد کسی مرمت کی محتاج ہوئی تھی۔ یہ اس کی مضبوطی کی ایک زبردست دلیل ہے۔ یہ مسجد تعمیر ہوتے ہی اسلامی تہذیب کا مرکز بن گئی۔ اور آئندہ دو سو سال تک یہ علم اور ثقافت کا مرکز رہی۔ بہت بڑے بڑے تاجر بھی آکر اس میں قیام کرتے تھے۔

منسیٰ موسیٰ کے عہد میں مراکش میں ابن بطوطہ جنہوں نے ہندوستان۔ فارس اور دوسرے متعدد ملکوں کا دورہ کیا ہوا تھا قیام پذیر تھے۔ مراکش کے بادشاہ نے ابن بطوطہ کو مالی سلطنت اور مغربی افریقہ کے دیگر علاقوں میں جا کر وہاں کے متعلق ایک کتاب لکھنے کا حکم دیا۔ ابن بطوطہ مالی سلطنت میں گئے تو سہی۔ لیکن وہاں وہ منسیٰ موسیٰ کی وفات کے بعد پہنچے۔ اور اس طرح ان دو بڑے آدمیوں کی۔ ایک عظیم بادشاہ۔ اور ایک عظیم مورخ۔ آپس میں ملاقات نہ ہوئی۔ بہرحال مالی سلطنت کے متعلق بہت سی باتوں کا پتہ ابن بطوطہ کی تحریروں ہی سے ملتا ہے۔

ابن بطوطہ نے لکھا ہے کہ مالی سلطنت کا انتظام نہایت اعلیٰ تھا۔ مملکت مختلف صوبوں میں منقسم تھی اور ہر صوبہ کا حکمران Ferba کہلاتا تھا۔ ہر شہر کا سربراہ (Mochrif) کہلاتا تھا اور شہریوں کے آرام و آسائش کا خیال رکھنا اس کا فرض منصبی تھا۔

ابن بطوطہ کی مالی سلطنت کے متعلق لکھی گئی کتاب آج سے تقریباً ۶۰۰ سال پرانی ہے یعنی ہونے کے کچھ عرصہ بعد تک تو یہ سلطنت مستحکم رہی۔ لیکن بعد ازاں یہ زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی۔ مالی کے مسلمانوں کے متعلق ابن بطوطہ کی رائے یہ تھی:۔

"وہ نمازیں مقررہ اوقات میں ادا کرنے کا خاص اہتمام کرتے ہیں۔ جمعہ کے روز اگر کوئی شخص پہلے سے پہنچنے کا اہتمام نہ کرے۔ تو اسے مسجد کے اندر کوئی کونہ ایسا نہ ملے گا جہاں وہ نماز ادا کر سکے نمازیوں کی بے انتہا کثرت کی وجہ سے ان کا طریق یہ ہے کہ جو شخص کسی وجہ سے بہت پہلے ہی مسجد میں جا کر جگہ حاصل نہ کر سکتا ہو۔ وہ کسی لڑکے کو جائے نماز دے کر وہاں بھیج دیتا ہے۔ وہ بچہ مسجد کے کسی موزوں حصہ میں جائے نماز بچھا کر وہاں بیٹھ رہتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ شخص آکر اپنی جگہ سنبھال لیتا ہے۔ ان کی خوبیوں میں سے ایک خوبی یہ ہے کہ وہ جمعہ کے روز بہت صاف ستھرے اور اجلے کپڑے پہن کر مسجد آتے ہیں۔ اگر کسی کے پاس ایک ہی قمیص ہو اور وہ میلی ہو تو وہ اسے ہی دھو کر پہلے صاف کرتا ہے۔ اور پھر وہ دھلی ہوئی قمیص پہن کر مسجد جاتا ہے۔"

ابن بطوطہ نے اس بات کا بھی ذکر کیا ہے کہ اس مملکت میں کثیر تعداد میں حافظ قرآن موجود تھے

مغربی افریقہ کی تیسری اسلامی مملکت ۔ سونگھے

مغربی افریقہ کی تیسری بڑی سلطنت سونگھے تھی۔ سونگھے (Songhai) لوگ نائیجر یا دریا کے دریائی علاقے ڈینڈی (Dendi) میں رہتے تھے اور ساتویں صدی عیسوی میں شمالی علاقے کے بعض قبائل خاص طور پر لیمٹا (Lemta) قبیلہ نے ان کو فتح کر کے ان پر حکومت قائم کر رکھی تھی۔ شاہی خاندان کا نام ڈیا (Dia) تھا۔ اس خاندان کے زیر اثر اس مملکت کے باشندوں نے غانا، لیگوس، سیری نائیکا (Cyrenaica) اور مصر سے تجارتی تعلقات قائم کر رکھے تھے۔ اور اس تجارتی اثر کے ماتحت ڈیا خاندان نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کچھ عرصہ کے لئے یہ علاقہ اور یہ خاندان مالی حکومت کے زیر نگین بھی ہو گیا۔ لیکن آخر ڈیا خاندان نے آزادی حاصل کر لی۔ اور اس کے بعد ڈیا کی بجائے سونی (Sonni) کہلانے لگے۔ ۱۴۶۴ء سے ۱۴۹۲ء تک اس نئی سلطنت کے سربراہ سونی علی (Sonni Ali) نے اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی مہم چلائی۔ سونی علی بے شک بہادر تو تھا اور فتوحات بھی اس کے مقدر میں لکھی تھیں۔ لیکن رعایا سے اس کا سلوک اچھا نہ تھا۔ اس لئے اپنی مملکت میں لوگوں میں مقبول نہ تھا۔ اس کی وفات پر اس کے ایک جرنیل نے جو بعد میں آسکیا محمد اول (Askia Mohd I) کہلایا۔ تخت پر قبضہ کر لیا۔ یہ جرنیل نہایت مدبر تھا اور نظام سلطنت کا ملکہ

اس کو اللہ تعالیٰ نے داغ عطا کیا ہوا تھا۔ ۱۴۹۷ء میں اسکیا محمد اول نے بھی اپنی سلطنت کو وسیع کرنے کی کوشش شروع کردی اور فی الواقعہ اس نے مالی سلطنت کو نہایت مضبوط اور مستحکم بنانے میں بہت کامیابی حاصل کی۔ اس بادشاہ نے بھی ایک ایسا حج کیا جو منسیٰ موسیٰ کے حج سے کسی طرح کم نہ تھا۔ اس کے عہد میں ساری مملکت میں امن وامان تھا بلکہ ایک مورخ لکھتا ہے۔

"اپنے وسیع وعریض مفتوحہ علاقہ میں اسکیا محمد نے ایسا امن وامان قائم کیا کہ دوسرے علاقوں میں اس کی مثال شاذ ہی مل سکے"۔

ذاتی خوبیوں۔ قابلیت اور فتوحات کے پیش نظر اسکیا محمد کو اسکیائے اعظم بھی کہتے ہیں۔ اس بادشاہ کو مذہب سے خاص لگاؤ تھا اور علمی قابلیت رکھنے والے لوگوں کو وہ اپنے قریب سے قریب تر لانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ خود تو کوئی زیادہ لکھا پڑھا نہ تھا۔ لیکن اس نے اپنی اولاد کو علم حاصل کرنے کے لئے ٹمبکٹو بھجدیا تھا۔ اور یہ ہدایت دی تھی کہ عام لوگوں ہی کی طرح زندگی بسر کرتے ہوئے عام سکولوں میں ان کی تعلیم ہونی چاہیئے۔

اس کی زندگی میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ اس کے ضمیر نے اسے ملامت کی کہ آخر تخت پر اسے کیا حق تھا جو اس نے دوسروں سے چھینا۔ چنانچہ حج سے واپسی پر مصر میں وہ اس وقت کے خلیفۃ المسلمین سے ملا۔ اور اس نے فیصلہ کیا۔ کہ وہ اب بادشاہت سے دستبردار ہو جائے گا۔ چنانچہ اس نے اپنی دستبرداری کا اعلان کردیا۔ اور تین دن تک انتظار رکھا کہ کوئی شخص اس بوجھ کو اٹھانے کے لئے تیار ہو جائے۔ جب کوئی اور شخص آگے نہ آیا تو مصر کے خلیفۃ المسلمین نے اس کو "مغربی افریقہ کے مسلمانوں کا بادشاہ" کا لقب دے کر اس کی دستار بندی کردی۔

سونگھے سلطنت کے زیر اثر مغربی افریقہ کے کئی علاقوں میں اسلام کی اشاعت ہوئی اور لوگوں نے مذہب کی طرف رجحان کرکے ایک نئی زندگی حاصل کی۔ ولسن کیش (wilson cash) اپنی کتاب توسیع اسلام (the expansion of Islam) میں لکھتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کی جہات تو گاہے گاہے چلائی جاتی رہی ہیں۔ لیکن تاجروں کے خاموش پروپیگنڈا نے جو کام اسلام کی طرف توجہ مبذول کرانے کے سلسلہ میں کیا ہے۔ وہ تلوار کے کام سے بہت ہی زیادہ ہے۔ اور پھر تاجروں کے کام کو زیادہ وسعت دینے میں جس بات نے سب سے زیادہ مدد دی، وہ ہے صوفیانہ طریقوں کی تحریکیں مثلاً مغربی افریقہ میں سیدی محمد بن علی (sidi mohd ibn ali) کی تحریک سنوسیہ اس تحریک نے شمالی افریقہ اور اس کے بعد مغربی افریقہ میں اسلام کی اشاعت میں بہت قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔

اسلام کی اشاعت میں حصہ لینے والے تین قبائل

تین سلطنتوں (غانا، مالی اور سونگھے) کا ذکر کرنے کے بعد اب ہم تین قبائل کا مختصر سا ذکر کرنا چاہتے ہیں۔

یہ تین قبائل ہیں۔ ہاؤسا۔ فلانی مینڈنگو۔

ہاؤسا کا اکثر حصہ نائیجیریا میں ہے۔ اور فلانی بھی اگرچہ افریقہ کے شمال مغرب سے چلے تھے۔ لیکن اب ان کی اکثریت نائیجیریا ہی میں ہے۔ اور مینڈنگو سینیگال کے علاقے کے رہنے والے ہیں۔ اور اب مغربی افریقہ کے مغربی ساحل پر پائے جاتے ہیں۔ ان قبیلوں نے مختلف اوقات میں اسلام کی خدمت کی ہے لیکن فلانی قبیلہ کو یہ فخر حاصل ہے کہ گزشتہ صدی میں بلکہ یوں کہنا چاہیئے کہ اٹھارویں صدی کے آخر اور انیسویں صدی کے اوائل میں ایک ایسا شخص پیدا کیا تھا جس نے نہ صرف اسلامی سلطنت کو وسیع کیا بلکہ مسلمانوں کی سماجی اور معاشرتی زندگی میں بھی اصلاحات کا بیڑا اٹھایا۔ ان کا نام تھا عثمان ڈان فوڈیو (Usman dan Fodio)

فلانی قبیلہ کا ذکر سب سے پہلے نویں صدی عیسوی میں ملتا ہے۔ مغربی علاقوں سے چل کر مشرقی علاقوں میں آتے آتے انہوں نے تیرھویں صدی میں ہاؤسا لینڈ کو اپنا وطن بنالیا۔ اور انہیں عثمان ڈان فوڈیو پیدا ہوئے جنہوں نے ۱۸۰۴ء سے ۱۸۱۰ء تک تمام ہاؤسا سلطنتوں کو فتح کر کے اسلامی اصلاحات نافذ کردیں۔ اور اپنے آپ کو Sarkin Muslimin یعنی امیر المومنین کہلانا شروع کردیا۔ اور سکوٹو (Sokoto) کو اپنا ہیڈ کوارٹر بنالیا۔ انہیں عثمان ڈان فوڈیو کے ایک پوتے سر احمدو بیلو مرحوم پاکستان تشریف لائے تھے۔ یہ وہی سر احمدو بیلو ہیں جن کو گزشتہ سال کے انقلاب میں عیسائیوں نے نہایت بے دردی سے ہلاک کردیا تھا۔ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ عثمان ڈان فوڈیو کے اس نیک اور جوان ہمت پوتے نے بھی اپنے وقت میں نائیجیریا میں اسلام کی خدمت کی۔ اور در اصل یہ ان کی اسلامی خدمات ہی تھیں جن سے چڑ کر عیسائیوں نے ایک ناپاک سازش کے ذریعہ انہیں (اس وقت وہ شمالی نائیجیریا کے وزیر اعلیٰ تھے) اور سر ابوبکر طفوا بلیوا (وزیر اعظم نائیجیریا) کو ہلاک کردیا۔ اللہ تعالیٰ نائیجیریا کو پھر احمدو بیلو اور طفوا بلیوا جیسے عظیم مسلمان رہنما عطا فرمائے۔ آمین۔

ہم نے جو کچھ اب تک عرض کیا ہے وہ مغربی افریقہ میں اسلام کی تاریخ کا ایک پہلو ہے یا یوں کہہ لیجئے کہ مغربی افریقہ میں اسلام کی نشأۃ اولیٰ کا بیان ہے جو ہم نے اب تک آپ کی خدمت میں پیش کیا ہے۔ یہ ایک دَور تھا۔ نہایت حسین۔ جاذب نظر۔ خوشکن۔ کیونکہ اس دَور میں مغربی افریقہ اسلام سے روشناس ہوا۔ اسلام نے لاکھوں انسانوں کو اپنے آغوش میں پناہ دی اور مسلمانوں نے ایسے ایسے بادشاہ پیدا کئے جو دین کے علاوہ امور سلطنت میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ جو اسلام کے فدائی تھے اور بنی نوع انسان کے خادم۔

مغربی افریقہ اب دوبارہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ جوں جوں اس علاقے کو دنیا کے دیگر ممالک

کے دوش بدوش کام کرنے کا موقع ملے گا اور جوں جوں اس علاقے کی تاریخ میں لوگ دلچسپی لینے لگیں گے عبداللہ ابن یاسین منسی موسیٰ۔ آسکیا محمد۔ عثمان ڈان فوڈیو اور مسز احمد وبیلو کے نام روشن ستاروں کی طرح چمکنے لگیں گے۔ اور دُنیا جان لے گی کہ جس علاقہ کو عیسائیت نے تاریک برِّ اعظم بنا دیا تھا وہ عیسائیت سے قبل ایک ایسی تہذیب کا حامل رہ چکا تھا جس کی مثال آسانی سے نہ مل سکے گی۔ وہاں کی سماجی۔ معاشرتی اور اقتصادی زندگی دُنیا کے دوسرے علاقوں کے لئے ایک سبق کی حیثیت رکھتی تھی۔

مغربی افریقہ میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ

اِس علاقے میں اسلام کی نشاۃِ ثانیہ کا آغاز احمدیہ مشنوں کے قیام سے شروع ہوتا ہے اور اِس نشاۃِ ثانیہ میں اسلام نے اس علاقے میں جو معرکے سر کئے ہیں اور جو معرکے آئندہ چند سالوں میں انشاء اللہ سر کئے جائیں گے وہ رہتی دُنیا تک یادگار رہیں گے۔ اور سپہرِ اسلام پر ماہتاب و آفتاب کی طرح چمکا کریں گے۔ اِس ساری جدّوجہد اور اس کی کامیابی کا سہرا حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے سر ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ افریقہ میں تبلیغِ اسلام کے متعلق فرماتے ہیں:۔

"مجھے افریقہ میں تبلیغِ اسلام کی ابتدائی تحریک درحقیقت اِس وجہ سے ہوئی کہ مَیں نے ایک دفعہ حدیث میں پڑھا کہ حبشہ سے ایک شخص اُٹھے گا جو عرب پر حملہ کرے گا اور مکّہ مکرمہ کو تباہ کرنے کی کوشش کرے گا جب مَیں نے یہ حدیث پڑھی اس وقت میرے دِل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس علاقہ کو مسلمان بنانے کی کوشش کرنی چاہیئے تاکہ یہ انذاری خبر اللہ تعالےٰ کے فضل سے ٹل جائے اور مکّہ مکرمہ پر حملہ کا کوئی خطرہ باقی نہ رہے۔ مَیں نے اپنے دِل میں عہد کیا کہ ہمیں بعض دفعہ مُنذر رؤیا آتا ہے تو ہم فوراً صدقہ کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اگر کسی کی موت کی خبر ہمیں ہوتی ہے تو وہ صدقہ کے ذریعہ ٹل جاتی ہے۔ اور صدقہ کے ذریعہ موت کی خبریں ٹل سکتی ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اگر افریقہ کے لوگوں کو مسلمان بنالیا جائے تو وہ خطرہ جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے نہ ٹل سکے۔ چنانچہ میرے دِل میں بڑے زور سے تحریک پیدا ہوئی کہ افریقہ کے لوگوں کو مسلمان بنانا چاہیئے۔ اسی بناء پر افریقہ میں احمدیہ مشن قائم کئے گئے ہیں۔ بے شک خدا تعالےٰ نے بعد میں اَور بھی سامان ایسے پیدا کر دیئے جن سے افریقہ میں تبلیغِ اسلام کا کام زیادہ سے زیادہ مستحکم ہوتا گیا مگر اصل بنیاد افریقہ کی تبلیغ کی یہی حدیث تھی کہ افریقہ سے ایک شخص اُٹھے گا جو عرب

پر حملہ کرے گا اور خانہ کعبہ کو گرانے کی کوشش کرے گا (نعوذ باللہ)۔ میں نے اللہ تعالےٰ پر توکّل کرتے ہوئے اس کے فضلوں کی امید میں چاہا کہ پیشتر اس کے کہ وہ شخص پیدا ہو جس کا احادیث میں ذکر آتا ہے ہم افریقہ کو مسلمان بنالیں اور بجائے اس کے کہ افریقہ کا کوئی شخص مکہ مکرمہ کو گرانے کا موجب بنے وہ لوگ اس کی عظمت کو قائم کرنے اور اس کی شہرت کو بڑھانے کا موجب بن جائیں"۔ (الفضل ۲۵۔ مارچ ۱۹۶۰ء)

۱۹۲۱ء میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ کے ارشاد کے ماتحت محترم مولانا عبدالرحیم صاحب نیّرؓ مغربی افریقہ تشریف لے گئے۔ سیرالیون۔ غانا (اس وقت گولڈ کوسٹ) اور نائیجیریا میں آپ نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کا پیغام پہنچایا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ کامیابی عطا فرمائی کہ مغربی افریقہ میں اسلام کی نشأۃِ ثانیہ کے سلسلے میں وہ ہمیشہ قدر کی نگاہوں سے دیکھی جائے گی۔ اس وقت سے لے کر اب تک بیسیوں مبلغ مغربی افریقہ میں کام کر چکے ہیں اور کر رہے ہیں اور اب اللہ تعالےٰ کے فضل سے مغربی افریقہ میں اسلام کے حق میں ایک ایسا انقلاب رُونما ہو چکا ہے جس نے ادیانِ باطلہ کو لرزہ براندام کر دیا ہے اور اسلام اور مسلمانوں کو شاہراہِ ترقی پر گامزن کر دیا ہے۔ اس وقت اللہ تعالےٰ کے فضل سے سیرالیون۔ غانا۔ نائیجیریا۔ لائبیریا۔ گیمبیا اور آئیوری کوسٹ میں نہایت کامیاب احمدیہ مشن ادیانِ باطلہ سے برسرِ پیکار اور اسلام کی خدمت میں مصروف ہیں۔ احمدیہ جماعت کی کوششوں سے اور احمدیہ جماعت کی دیکھا دیکھی اب وہاں سینکڑوں سکول مسلمانوں کی اپنی ملکیّت ہیں اور ان میں صحیح اسلامی ماحول میں تعلیم دینے کی کوشش کی جا رہی ہے۔ یاد رہے کہ سب سے پہلا مسلمانوں کا سکول جماعتِ احمدیہ ہی نے لیگوس میں جاری کیا تھا۔ سب سے پہلا اسلامی اخبار بھی احمدیہ جماعت ہی نے مغربی افریقہ میں شائع کرنا شروع کیا۔ یہ اخبار نائیجیریا سے شائع ہوتا ہے اور جماعت کا واحد انگریزی ہفت روزہ ہے۔ غانا اور سیرالیون سے بھی احمدیہ اخبار شائع ہوتے ہیں۔ احمدی مبلّغین نے آج تک ریڈیو اور ٹیلیویژن پر سینکڑوں تقریروں کے ذریعہ اسلام کا پیغام لوگوں تک پہنچایا ہے اور مسلمانوں کی ضرورت کے مطابق اسلامی تعلیم پر تقاریر نشر کی ہیں۔ احمدیہ جماعت نے اس علاقہ میں خدا تعالیٰ کے فضل سے ایسا اسلامی لٹریچر تیار کیا ہے جو نہ صرف سکولوں میں مفید ثابت ہو رہا ہے بلکہ تبلیغی طور پر بھی بکثرت استعمال کیا جا رہا ہے۔

یہ محض اللہ تعالےٰ کا فضل ہے کہ مغربی افریقہ کے مسلمان احمدیہ جماعت کی کوششوں کو بنظرِ استحسان دیکھتے ہیں اور جہاں بھی اور جب بھی موقع ملے ان کوششوں کی تعریف کرتے ہیں۔ بریگیڈیر گلزار احمد صاحب نے حال ہی میں مغربی افریقہ کے دَورے کے بعد ایک کتاب "تذکرۂ افریقہ" شائع کی ہے۔ اِس میں

انہوں نے سیرالیون کے نائب وزیر اعظم الحاج ایم مصطفےٰ کے متعلق لکھا ہے کہ وہ احمدیہ جماعت کی تعلیمی کوششوں کی تعریف کرتے تھے اور یہ بھی کہتے تھے کہ ان لوگوں نے مذہبی میدان میں بھی عیسائیوں کا خوب مقابلہ کیا ہے۔

مغربی افریقہ میں اسلام کی اشاعت و تبلیغ کا یہ دوسرا دور ابھی چند ہی سالوں پر ممتد ہے لیکن ان چند سالوں میں جو کام ہوا ہے اس کا بیان کرنا وقت چاہتا ہے۔ یہ کام کیا ہے اور کس رنگ میں ہوا ہے۔ مسلمانوں نے اس سے کیا تاثر لیا ہے اور اس سے کس رنگ میں اپنی زندگیوں کو ڈھالنے کی کوشش کی ہے۔ عیسائیوں پر اس کا کیا اثر ہوا ہے۔ انہوں نے اپنے خوف و ہراس کا کن الفاظ میں اور کس حد تک کھلا کھلا ذکر کیا ہے۔ یہ ساری باتیں تفصیل چاہتی ہیں۔ اس کا اکثر حصہ ایسا ہے کہ الفضل میں مختلف اوقات میں شائع ہوتا رہا ہے اور اب بھی ہوتا رہتا ہے کیونکہ ہمارے مبلّغین کی رپورٹیں اکثر چھپتی رہتی ہیں۔ اور ایک زمانہ اس سے واقف ہے۔

اللہ تعالےٰ کے فضل اور احمدی مبلّغین کی انتھک کوششوں کے نتیجے میں اسلام روز افزوں ترقی کر رہا ہے۔ نائیجیریا سے شائع ہونے والے ایک کیتھولک اخبار "ہیرلڈ" نے اپنی ۱۹ اگست ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں احمدیہ جماعت کے متعلق لکھا:۔

"ہر چند کہ مسلمانوں کی اصلاح و ترقی کی گزشتہ کوششیں ناکام رہی ہیں لیکن منصۂ شہود پر آنے والی موجودہ صورتِ حال ان سے مختلف ہے۔ ہمارے مسلمان ہموطنوں کی حالت اب بالکل بدلی ہوئی ہے۔ آج سے تیس سال قبل تک وہ سب سے زیادہ پسماندہ قوم شمار ہوتے تھے۔ لیکن جب سے احمدیوں نے اپنی ترقی پذیر مہم کا آغاز کیا ہے یہاں کے مسلمانوں میں حیرت انگیز تبدیلی رونما ہوئی ہے۔"

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خدام کو ایک ولولہ انگیز جذبے کے ساتھ تبلیغ دینِ متین کی توفیق مل رہی ہے۔ اور اللہ تعالےٰ ان کی کوششوں کو غیر معمولی طور پر نواز رہا ہے۔

مغرب میں مسیحی کلیسیا کی نت نئی مشکلات

عیسائیت کی "بنیادی صداقتوں" کی کھوکھلی بنیاد

مغرب میں مسیحی کلیسیا جو اِس صدی کے اوائل تک ساری دنیا کو مسیحیت کا حلقہ بگوش بنانے کے خواب دیکھ رہا تھا اور جس نے اِس قسم کے بلند بانگ دعاوی سے آسمان سر پہ اٹھا رکھا تھا، آج کل ایک جنجال اور عجیب و غریب خلجان میں مبتلا ہے وہ جنجال یا خلجان جو اس کے لئے بلائے جان ثابت ہو رہا ہے یہ ہے کہ مسیحیت کی بنیادی "صداقتوں" پر عوام میں اعتقاد اور ایمان کس طرح بحال کیا جائے۔ بات یہ ہے کہ فی زمانہ ان نام نہاد بنیادی صداقتوں کی بنیاد اتنی کھوکھلی ثابت ہو چکی ہے کہ مغربی ممالک کے عوام عیسائی کہلانے کے باوجود مروجہ عیسائی عقائد کے دل سے قائل نہیں رہے وہ اب محض رسماً اور اسماً عیسائی ہیں ورنہ مروجہ عیسائیت سے ——— جس کی بنیاد تثلیث، الوہیت مسیح، صلیبی موت، کفارہ، مسیح کے دوبارہ جی اٹھنے، اور آسمان پہ اپنے باپ خدا کے داہنے ہاتھ پہ جا بیٹھا ہوا جمان ہونے پر ہے ——— انہیں دُور کا بھی تعلق یا واسطہ نہیں ہے۔

دراصل وہاں یہ عقائد اُس وقت تک تو خوب پھلتے پھولتے رہے جب تک کہ مغرب جہالت اور توہمات کی تاریکی میں لپٹا ہوا تھا لیکن صدیوں کی تاریکی کے بعد جوں جوں وہاں ظاہری علوم کے انوار پھیلتے اور جہالت کے پردے چاک ہوتے چلے گئے ان خلاف عقل عقائد کی قلعی کھلتی چلی گئی۔ حتیٰ کہ اب بیسویں صدی کے نصف آخر میں جس میں سے آج کل ہم گزر رہے ہیں نوبت یہاں تک آ پہنچی ہے کہ عوام نے برملا اِن عقائد سے بیزاری کا اظہار کرنا شروع کر دیا ہے۔ عوام ہی پہ کیا حصر ہے بعض نامی گرامی پادری اور بشپ خود ان عقائد کو ہدفِ تنقید بنا کر ان کے بخیے ادھیڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اس وقت وہاں عیسائی

عقائد سے بیزاری اور دہریت کے روز افزوں میلان کے باعث چرچ جس خطرناک صورت حال سے دوچار ہے امریکہ کے مشہور ہفتہ وار رسالہ "ٹائم" نے اپنی ۱۱ر نومبر ۱۹۶۶ء کی اشاعت اسے ان الفاظ میں بیان کیا ہے۔

"انجیل پر اپنے مخصوص نقطۂ نگاہ سے غور کرتے ہوئے ہر زمانہ کے لوگ اس کے پیغام کو اپنے زمانہ کی مروجہ زبان کے سانچوں میں ڈھال کر پیش کرنے کی کوشش کرتے رہے ہیں تاہم پہلے کبھی اتنی بڑی اکثریت نے عیسائی عقائد کی اتنی کثرت سے نئی توجیہات پیش کرنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی جتنی کثرت سے اس زمانہ میں محسوس کی جارہی ہے سائنس، ٹیکنالوجی، تمول اور مادیت نے خدا کو نظام کائنات کے جھنجھٹ سے بآسانی نجات دلا دی ہے۔ ان سب نے زندگی کی مابعد الطبعیاتی سرحدوں کو ختم کر کے رکھ دیا ہے شہروں کی ترقی نے دیہاتوں سے مخصوص انجیل کی ذہنی تصویر کو ادراک سے بالا اور ناقابلِ فہم بنا ڈالا ہے کیونکہ ایسی تصویر کبھی مشاہدہ میں آئی ہی نہیں۔ اُدھر جارحانہ نوعیت کی دہریت انسانی آزادی کی خاطر خدا کو موت کے گھاٹ اتارنے پر تلی ہوئی ہے۔ جدید فلسفہ ہے تو وہ الگ عیسائیت کے ڈیڑھ ہزار سالہ پرانے جامد عقائد کو گھور رہا ہے کیونکہ اس کے پیمانوں پہ وہ کسی طرح پورے نہیں اترتے"

حقیقت یہ ہے کہ مروجہ عیسائی عقائد سے عام بیزاری کے ذمہ دار خود یہ عقائد ہیں کیونکہ موجودہ سائنسی دور کا انسان کسی اپنے جیسے انسان کو خدا ماننے کے لئے تیار نہیں ہے۔ پھر یہ خوش فہمی کہ وہ انسان خدا، مرکر جی اٹھا تھا۔ اس کے نزدیک بجا طور پر مضحکہ خیز ثابت ہوئے بغیر نہیں رہتی "ٹائم ویکلی" نے مذکورہ بالا مضمون میں مسیحی کلیسیا کے موجودہ خلجان کا ذکر کرتے ہوئے اِس امر کی طرف اشارہ کیا ہے کہ مروجہ عقائد مسیح کی اصل تعلیم سے بالکل مختلف ہیں۔ اس نے لکھا ہے کہ مسیحیت جب فلسطین سے نکل کر بحیرہ روم کے خطہ میں داخل ہوئی تو یہاں یونانی افکار و نظریات اور علم الاصنام کے زیر اثر اصل مسیحی عقائد نے مسلسل ترمیم و تنسیخ اور نت نئے اضافوں کے بعد موجودہ شکل اختیار کی۔ چنانچہ علی الخصوص عقیدہ تثلیث کا ذکر کرتے ہوئے وہ رقمطراز ہے:۔

"عیسائیت پر کامل ایمان اور اس کے کامل استرداد کے درمیان وہ ذہنی خلجان حائل ہے۔ جس میں دنیائے عیسائیت (یعنی کلیسیا) آج کل مبتلا ہے۔ وہ خلجان یہ ہے کہ

خدا کے پیغام کو عقائد کی شکل میں بیسویں صدی کے انسان کے سامنے کن توجیہات کے ساتھ پیش کیا جائے۔ مسیحی عقائد کی تاریخ میں جن چیزوں کو دوام حاصل رہا ہے وہ ہیں مسلسل تبدیلی، اضافہ ایزادی اور نت نئے انکشافات (یعنی یہ مسلسل بدلتے اور نئی سے نئی شکلیں اختیار کرتے چلے آرہے ہیں۔ ناقل)۔ مسیح کے حواریوں اور دوسرے ابتدائی واعظوں نے عقائد کے بارہ میں جو کچھ بیان کیا اور جو ابتداءً مسیح کی تعلیم کے طور پر زبانی روایات کی شکل میں بعد میں آنیوالے مسیحیوں تک پہنچا وہ کمالی درجہ سادہ اور عام فہم بیان کی حیثیت رکھتا تھا۔ یہ ٹھیک ہے کہ پولوس نے کرنتھیوں کے نام اپنے دوسرے خط میں لکھا تھا کہ " خدا نے مسیح میں ہو کر اپنے ساتھ دنیا کا میل ملاپ کیا۔ (باب ۵ آیت ۱۹) " لیکن پولوس خود آشنائی یونانی تھا جتنا کہ یہودی وہ مسیح کے متعلق تعلیم دینے میں یروشلم کے سادہ منش ماہی گیروں (یعنی مسیح کے ابتدائی حواریوں) کی نسبت مختلف اور زیادہ زوردار زبان استعمال کرنے کا عادی تھا۔ عیسائیت جتنی زیادہ فلسطینی ماحول سے دور ہو کر بحیرہ روم کے علاقہ میں پھیلتی چلی گئی اتنا ہی زیادہ اس نے اپنی بنیادی صداقتوں کو دوسروں تک پہنچانے میں غیر عبرانی زبانوں پر انحصار کرنا شروع کر دیا۔

کسی بھی مسیحی نظریہ کو متعین کرنے میں اتنی دماغ سوزی اور سر کھپائی نہیں ہوئی جتنی کہ کلیسیا کے ایک بنیادی عقیدہ کے بارہ میں کرنا پڑی۔ اس کے باوجود وہ دنیا کے لئے ایک ناقابل فہم اچنبہ ہی رہا ——— اور وہ ہے تثلیث کا عقیدہ جس کی رو سے ایک خدا میں تین اقنوم تسلیم کرنا پڑتے ہیں۔ تثلیث کا لفظ اناجیل میں نہیں ہے گو پولوس کی ایک عبارت میں اس کا تصور موجود ہے۔ وہ عبارت یہ ہے ——— " خداوند یسوع مسیح کا فضل، خدا کی محبت اور روح القدس کی رفاقت تم سب کے ساتھ ہو۔ " (۲ کرنتھیوں باب ۱۳ آیت ۱۴) تیسری صدی عیسوی میں ٹرٹولین (TERTULLIAN) غالباً پہلا شخص تھا جس نے تثلیث (TRINITAS) کی اصطلاح وضع کر کے اس کی مدد سے اس تصور کی کہ خدا کائنات کا مالک مسیح کا باپ اور کلیسیا کی زندگی کا سرچشمہ ہے مذہبی تعریف متعین کی۔"

اس کا صاف اور واضح مطلب یہ ہے کہ مسیح علیہ السلام اور ان کے اصل حواری ہرگز بھی تثلیث کے قائل نہ تھے۔ ٹرٹولین نے تیسری صدی عیسوی میں پہلی مرتبہ تثلیث کی اصطلاح وضع کر کے

تین خداؤں یعنی باپ بیٹا اور روح القدس کا تصور پیش کیا اور ایک تین اور تین ایک کا گورکھ دھندا بنایا۔ اس کے بعد سے عیسائی دنیا نے اس عقیدہ کو درست ثابت کرنے کے لئے اس قدر دماغ سوزی اور سر کھپائی کی ہے کہ جس کی نہ کوئی حد ہے اور نہ شمار۔ اس کے باوجود نتیجہ یہ ہے کہ یہ عجوبۂ روزگار عقیدہ دنیا کے لئے سترہ صدیاں گزرنے کے باوجود بھی ایک ناقابل فہم اچنبھا بنا ہوا ہے۔ موجودہ سائنسی اور خلائی دور میں مغرب کے رسماً عیسائی کہلانے والے کروڑوں کروڑ عوام تثلیث اور اس سے نکلنے والے دوسرے خلاف عقل عقائد کو رد کرتے ہوئے انہیں تسلیم کرنے پر آمادہ نہ ہوں تو اور کیا کریں۔

اسی لئے موجودہ حالات میں عیسائی چرچ میں ایک زبردست تحریک چلی ہوئی ہے جسے BACK TO CHRIST کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ پولوس اور اس کے بعد آنے والے مسیحی واعظوں نے مسیحی عقائد کو جو شکل دی اسے نظر انداز کرتے ہوئے از سر نو یہ معلوم کیا جائے کہ مسیح کی اصل تعلیم کیا تھی اور صرف اسی پر حصر کیا جائے۔ یہ تحریک بنیادی طور پر تو درست ہے کیونکہ مسیح علیہ السلام کی اصل تعلیم پر حصر کرنے سے ہی مروجہ عیسائی عقائد کو حشو و زوائد سے پاک کیا جا سکتا ہے۔ لیکن اس تحریک کی آڑ میں دہریت خوب پھل پھول رہی ہے۔ وہاں دہریت کے علمبرداروں کی پوری کوشش یہ ہے کہ خود مسیح کے نام پر ہی دہریت کو فروغ دینے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی جائے۔ گویا یہ ثابت کر دکھایا جائے کہ مسیح خود دنیا میں دہریت کا سب سے بڑا علمبردار تھا۔ نعوذ باللہ اس کا مشن ہی یہ تھا کہ خود خدا ہوتے ہوئے صلیب پر جان دے کر یہ ثابت کر دکھائے کہ خدا مر گیا۔ اور اب اس کا کوئی وجود نہیں ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ مغرب کے مسیحی یا تو ایسے گرے ایک عاجز و مجبور انسان کو خدا کا درجہ دے دیا اور اب اتنی پستی کے بعد ابھرنے لگے ہیں تو اس شان سے کہ سرے سے خدا کی ہستی کا انکار کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔

یہ امر تو دیگر ہے کہ مغرب میں دہریت غالب آتی ہے یا نہیں یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ عیسائیت کے مروجہ خلافِ عقل عقائد وہاں اب زیادہ دیر تک نہیں چل سکتے ان کی موت اب یقینی ہے کوئی انہیں موت سے بچا نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ کی تقدیر خاص اور اس کی پہلے سے دی ہوئی بشارتوں کے عین مطابق وہ وقت آ پہنچا ہے کہ جب مغربی اقوام بالآخر بڑے زور کے ساتھ اسلام کی طرف متوجہ ہوں گی اور اس کی آغوش میں آکر ہی اپنی روحانی پیاس بجھائیں گی۔

(مسعود احمد دہلوی)

جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اسے پاتے ہیں
دنیا کے پیچھے دوڑنے والے اس سے محروم رہتے ہیں

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں :-

''توکل کرنے والے اور خداتعالیٰ کی طرف جھکنے والے کبھی ضائع نہیں ہوتے۔ جو آدمی صرف اپنی کوششوں میں رہتا ہے اس کو سوائے ذلت کے اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہمیشہ سے سنت اللہ یہی چلی آتی ہے کہ جو لوگ دنیا کو چھوڑتے ہیں وہ اس کو پاتے ہیں اور جو اس کے پیچھے دوڑتے ہیں وہ اس سے محروم رہتے ہیں۔ جو لوگ خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے وہ آخر چند روز مکروفریب سے کچھ حاصل بھی کر لیں تو وہ لا حاصل ہے کیونکہ آخر ان کو سخت ناکامی دیکھنی پڑتی ہے۔ اسلام میں عمدہ لوگ وہی گزرے ہیں جنھوں نے دین کے مقابلہ میں دنیا کی کچھ پرواہ نہ کی۔ ہندوستان میں قطب الدینؒ اور معین الدینؒ خدا کے اولیاء گزرے ہیں۔ ان لوگوں نے پوشیدہ خدا تعالیٰ کی عبادت کی مگر خدا تعالیٰ نے ان کی عزت کو ظاہر کردیا''

(بدر ۸ اگست ۱۹۰۷ء)

''اصل رازق خداتعالیٰ ہے۔ وہ شخص جو اس پر بھروسہ کرتا ہے کبھی رزق سے محروم نہیں رہ سکتا۔ وہ ہر طرح سے اور ہرجگہ سے اپنے پر توکل کرنے والے شخص کے لئے رزق پہنچاتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو مجھ پر بھروسہ کرے اور توکل کرے میں اس کے لئے آسمان سے برساتا اور قدموں میں سے نکالتا ہوں۔ پس چاہیئے کہ ہر ایک شخص خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے''

(بدر ۱۹ ستمبر ۱۹۰۷)

ٹائیٹل نصرت آرٹ پریس گول بازار ربوہ میں چھپا۔